إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

ہفت روزہ | لاہور

خدام الدین

جلد ۲ | یوم جمعۃ المبارک ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۵۶ء | شمارہ ۲۴

فہرست مضامین

ہر ہونہار قوم سے

از مولانا جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

اے قوم وطن کے نورِ نظر
اے عزتِ دیں کے شمس و قمر
سرمایۂ علم و فضل و ہنر
سرچشمۂ اوجِ فکر و نظر
تو خیر الامم اور فخر بشر
لے لے کے مگر یورپ کا اثر
کفار کی سی ہیئات نہ بنا، کفار کے جیسے کام نہ کر
مسلم ہے تو مسلم بن کے دکھا اسلام کو یوں بدنام نہ کر

تو مایۂ نازِ ملت ہے
اسلام کی تو ہی عزت ہے
تو قوم کی اصل حقیقت ہے
تیسیر تجھی سے حکومت ہے
پھر دین کی کیا کچھ وقعت ہے؟
اور کفر سے کتنی نفرت ہے؟
کر غور کہ یہ کیا آفت ہے
ہشیار سنبھل کیا حالت ہے
کفار کی سی ہیئات نہ بنا، کفار کے جیسے کام نہ کر
مسلم ہے تو مسلم بن کے دکھا اسلام کو یوں بدنام نہ کر

آزاد ہے تو آزاد ہے تو
آزاد ہے تیری ہر خو تو

آزاد جگر آزاد ہو
آزاد پھبن، آزاد نمو
ہو اب تو نظر مائل بہ علو
ہو تیرا تخیل عرش کی سو
کر ترک یہ سب تفریط و غلو
اور چھوڑ غلامی کی یہ خو
کفار کی سی ہیئات نہ بنا، کفار کے جیسے کام نہ کر
مسلم ہے تو مسلم بن کے دکھا اسلام کو یوں بدنام نہ کر

آغاز ترا جنت ہی سے ہے
انجام میں جنت تیرے لئے
مسجود ملائک کون ہوئے
اوصاف الٰہی کس میں بھرے
تو عہد الست پہ قائم ہے
ایماں کے تجھی نے جام پیے
تو جنتی پورا جنتی ہے
کر دوزخیوں کا رنگ نہ لے
کفار کی سی ہیئات نہ بنا، کفار کے جیسے کام نہ کر
مسلم ہے تو مسلم بن کے دکھا اسلام کو یوں بدنام نہ کر

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

حضرت سلیمانؑ کی والدہ کا ذکر

قرآن میں ہے کہ سلیمانؑ نے دعا میں یہ کہا کہ اے اللہ آپ نے میرے ماں باپ پر انعام کیا ہے۔ معلوم ہُوا کہ آپ کی ماں بھی بزرگ تھیں۔ کیونکہ بڑا انعام ایمان اور دین ہے۔ فائدہ۔ دیکھو ایمان ایسی چیز ہے کہ ایماندار کا ذکر پیغمبروں کی زبان پر بھی خوبی کے ساتھ آتا ہے۔ بیبیو ایمان کو خوب رونق دو۔

حضرت بلقیس کا ذکر

یہ ملک سبا کی بادشاہ تھیں۔ حضرت سلیمانؑ کو ہُدہُد جانور نے خبر دی تھی کہ میں نے ایک عورت بادشاہ دیکھی ہے۔ اور وہ آفتاب کو پوجتی ہے۔ آپ نے ایک خط لکھ کر ہُدہُد کو دیا کہ اُس کے پاس ڈال دیجیو۔ اُس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگ مسلمان ہوکر یہاں حاضر ہو۔ اس خط کو پڑھ کر امیروں وزیروں سے صلاح کی۔ بہت بات چیت کے بعد خود ہی یہ صلاح قرار دی کہ میں ان کے پاس کچھ چیزیں سوغات کے طور پر بھیجتی ہوں۔ اگر لے کر رکھ لیں تو سمجھوں گی کہ دنیادار بادشاہ ہیں اگر نہ رکھیں تو سمجھوں گی کہ پیغمبر ہیں۔ جب وہ چیزیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچیں آپ نے سب لوٹا دیں۔ اور کہلا بھیجا کہ اگر مسلمان نہ ہوگی، تو لڑائی کے لئے فوج لاتا ہوں۔ یہ پیغام سُن کر یقین ہوگیا کہ بیشک پیغمبر ہیں اور مسلمان ہونے کے ارادہ سے اپنے شہر سے چلیں۔ اُن کے چلنے کے بعد سلیمانؑ نے اپنے معجزے سے ان کا ایک بڑا بھاری قیمتی بادشاہی تخت تھا وہ اپنے دربار میں منگوالیا۔ تاکہ بلقیس معجزہ بھی دیکھ لیں اور اس کے موتی جواہر اکھاڑ کر دوسری طرح جڑوا دیئے۔ جب بلقیس یہاں پہنچیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ان کی عقل آزمانے کو پوچھا گیا کہ دیکھو یہ تمہارا تخت تو نہیں ہے۔ غور سے دیکھ کر کہا۔ کہ ہاں ویسا ہی ہے۔ اس طرح یوں کہا کہ کچھ صورت شکل بدل گئی تھی۔ اس جواب سے معلوم ہُوا کہ بڑی عقلمند ہیں۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو یہ بات دکھلانی چاہی کہ ہمارے خدا کی دی ہوئی بادشاہی تمہاری دُنیا کی بادشاہی سے ویسے بھی زیادہ ہے۔ یہ بات دکھلانے کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک حوض پانی سے بھر کر اُس کے اُوپر ایسے صاف شفاف کانچ کا فرش بنایا جاوے کہ وہ نظر نہ آئے۔ اور سلیمانؑ ایسی جگہ جا بیٹھے کہ جو آدمی وہاں پہنچنا چاہے حوض راستہ میں پڑے۔ اور بلقیس کو اس جگہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ بلقیس جو حوض کے پاس پہنچیں۔ کانچ تو نظر نہ آیا یوں سمجھیں کہ مجھ کو پانی کے اندر جانا پڑیگا تو پائنچے چڑھانے لگیں۔ فوراً اُن کو کہہ دیا گیا کہ اس پر کانچ کا فرش ہے ویسے ہی چلی آؤ۔ جب بلقیس نے تخت منگا لینے کا معجزہ دیکھا اور اس کاریگری کو بھی دیکھا جس سے وہ سمجھیں کہ ان کے پاس ویسے بھی بادشاہی کا سامان میرے یہاں کے سامان سے زیادہ ہے۔ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئیں۔ پھر بعضے عالموں نے تو یہ کہا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اُن کے ساتھ خود نکاح کرلیا اور بعضوں نے کہا کہ یمن کے بادشاہ سے نکاح کر دیا۔ اللہ ہی کو معلوم ہے کیا ہوا۔ فائدہ۔ دیکھو کیسی بے نفس تھیں کہ باوجود امیر اور بادشاہ ہونے کے جب دین کی سچی بات معلوم ہوگئی فوراً اس کو مان لیا۔ اس کے قبول کرنے میں شیخی نہیں کی نہ باپ دادے کی رسم کو پکڑ کر بیٹھیں۔ بیبیو تم بھی اپنا یہی طریقہ رکھو۔ اور جب دین کی بات سُنو کبھی عار یا شرم یا خاندان کی رسم کی پیروی مت کرو۔ ان میں سے کوئی چیز کام نہ آوے گی فقط دین ساتھ چلیگا۔

بنی اسرائیل کی ایک لونڈی کا ذکر

حدیث میں ایک قصہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی۔ اتنے میں ایک سوار بڑی شان وشوکت سے سامنے کو گزرا۔ ماں نے دُعا کی کہ اے اللہ میرے لڑکے کو ایسا ہی کر دیجئے۔ بچّہ ماں کی چھاتی چھوڑ کر بولنے لگا کہ اے اللہ مجھ کو ایسا مت کیجیو اور پھر دودھ پینے لگا۔ پھر سامنے سے کچھ لوگ گزرے۔ جو ایک لونڈی کو پکڑے ذلت اور خواری سے لئے جاتے تھے۔ ماں نے دُعا کی اے اللہ میرے لڑکے کو ایسا مت کیجیو۔ وہ لڑکا پھر بولا۔ اے اللہ مجھ کو ایسا ہی کر دیجیو۔ ماں نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ بچّہ نے کہا۔ کہ وہ سوار تو ایک ظالم شخص تھا اور لونڈی کو لوگ تہمت لگاتے ہیں کہ یہ چور ہے۔ بدچلن ہے۔ اور وہ غریب اس سے پاک ہے۔ فائدہ۔ مطلب یہ کہ اس سوار کی مخلوق کے نزدیک تو قدر ہے مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک کچھ قدر نہیں اور یہ لونڈی مخلوق کے نزدیک تو بے قدر ہے۔ مگر اللہ کے نزدیک اس کی بڑی قدر ہے۔ تو قدر خدا کے نزدیک چاہئے چاہے مخلوق کیسے ہی سمجھے۔ اور اگر خدا کے نزدیک قدر نہ ہوئی تو مخلوق کی قدر کس کام آئیگی۔ دیکھو یہ اس لونڈی کی کرامت تھی کہ اُس کی پاکی ظاہر کرنے کے لئے دُودھ پیتا بچّہ باتیں کرنے لگا۔ بیبیو بعضی عورتوں کی یہ عادت ہے کہ غریبوں کو بہت حقیر سمجھتی ہیں۔ اور ذرا سے شبہ سے اُن پر عیب اور چوری لگا دیتی ہیں۔ یہ بُری بات ہے۔ شاید وہ اللہ کے نزدیک تم سے بھی اچھی ہوں۔

بنی اسرائیل کی ایک عقلمند دیندار بی بی کا ذکر

محمد بن کعب کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا عالم اور بڑا عابد تھا۔ اس کو اپنی بی بی کے ساتھ بہت محبت تھی۔ اتفاق سے وہ مرگئی۔ اس عالم پر ایسا غم سوار ہُوا کہ وہ دروازہ بند کرکے بیٹھ گیا۔ اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی اس نے یہ قصہ سُنا اور اس کے پاس گئی اور گھر میں آنے جانے والوں سے کہا کہ مجھ کو ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ اور وہ زبانی ہی پوچھ سکتی ہوں اور دروازہ پر جم کر بیٹھ گئی۔ آخر اس کو خبر ہوئی اور اندر آنے کی اجازت ہوئی۔ آکر کہنے لگی۔ میں نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ اُس نے کہا۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۲۱ - ربیع الاوّل ۱۳۷۶ھ - ۲۶ - اکتوبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۲۴

غذائی صورتِ حال

مغربی پاکستان کے وزیر خوراک نے حال ہی میں ایک بیان میں کہا ہے کہ صوبہ میں اناج کی کمی نہیں حکومت کو جب بھی ضرورت محسوس ہوئی غلّہ عوام میں تقسیم کر دیا جائیگا۔

ہماری رائے میں وزیر صاحب کا یہ بیان حقیقت کے خلاف ہے۔ اناج کی حالت بالکل تسلّی بخش نہیں۔ راشن شدہ علاقوں میں جو آٹا فراہم ہوتا ہے وہ بالکل ناقص ہوتا ہے چونکہ کھلے بازار اچھی قسم کی گندم بہت گراں نرخوں پر دستیاب ہوتی ہے۔ لہٰذا غریب عوام ناقص آٹے پر ہی بسر اوقات کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ چینی کی حالت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ کھُلا ہُوا راز ہے کہ ولایتی چینی چور بازاری میں نہایت خوفناک قیمت پر کسی بھی مقدار میں مل سکتی ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس چور بازاری کی اجارہ داری کر رکھی ہے عوام کا خون اچھی طرح چوس رہے ہیں۔ راشن بندی کے تحت جو چینی ملتی ہے وہ کوٹے سے بھی کم مقداً میں مہیّا ہوتی ہے۔ دیسی شکر وغیرہ بھی باوجود موسم سرما شروع ہونے کے گراں ہے لہٰذا لوگ اپنی ضرورت دیسی شکر وغیرہ سے بھی پورا کرنے سے قاصر ہیں۔

حکومت کی جانب سے اس ضمن میں جو اعلان شائع ہُوا ہے اُس میں کہا گیا ہے کہ چینی کی قلت کی دو وجوہات ہیں ایک تو غیر ممالک سے چینی برآمد کرنے کے لئے زرِ مبادلہ نہیں رہا۔ اور دوسرے مغربی پاکستان کے لئے چینی کا جو حصّہ منظور ہے۔ اُس میں سے نصف تو صرف کراچی کے لئے وقف ہے۔ اور نصف بقیہ مغربی پاکستان میں تقسیم ہوتا ہے۔

چینی کی قلّت کی یہ دو وجوہات کس قدر مضحکہ خیز ہیں۔ عوام کی ابتدائی اور اشد ضروری شے یعنی چینی کی قلّت کے لئے تو زرِ مبادلہ کا رونا رویا جا رہا ہے۔ لیکن ایسے غیر ضروری اخراجات جن سے نہ تو عوامی زندگی کا تعلق ہے اور نہ وہ مُلک کی فلاح کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اُن کے لئے حکومت بے دریغ بے شمار زرِ مبادلہ قربان کر دیتی ہے۔ ہمارے سفارت خانوں کے شاہانہ اخراجات کے لئے زرِ مبادلہ کہاں سے آتا ہے؟ ملک میں سامان آرائش و زیبائش (جس سے صرف امراء کا طبقہ بہرہ مند ہوتا ہے) اور کئی کئی گز لمبی موٹر کاروں کی درآمد کے لئے زرِ مبادلہ کون دیتا ہے؟ اور تو اور ہمارے وزیر اعظم جواب دورۂ چین فرما رہے ہیں اور اُن کے ساتھ جو بیگمات اور خدّام و حشم کا جمِ غفیر ہے اُن کی سیر و تفریح کے لئے زرِ مبادلہ کس ذریعہ سے بہم پہنچایا گیا؟ کیا ہماری قومی حکومت عوام کو ہی بھوکا ننگا اور محروم و مجبور دیکھنا چاہتی ہے؟

ہماری ناچیز رائے میں وزیر صاحب کا کہنا کہ صوبہ میں اناج کی کمی نہیں صرف اس حد تک درست ہے کہ امرا اور اہل ثروت کے لئے اناج کی کمی نہیں ورنہ بیچارے عوام تو کل بھی امید و یاس کی تصویر بنے ہوئے تھے اور آج بھی آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

چینی کی کمیابی کی دوسری وجہ ہے کہ اہل کراچی کوٹے کا بہت زیادہ حصہ حاصل کرتے ہیں یہ حکومت کی کھلی ہوئی ناانصافی اور اقرباء نوازی کا ثبوت ہے کہ وہاں اسلامی ناموں کے بڑے بڑے برلا اور ٹاٹا ہیں۔ اور حکومت ان سے مرعوب ہے۔ یا انہیں کم چینی دیتے ہوئے شرماتی ہے خیر۔ کوئی وجہ بھی ہو عوام کی اکثریت اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھے گی۔

ہم حکومت پر واضح کرتے ہیں کہ اپنے اقوال کو صحیح کرنے کی ہی خاطر عوام میں جلد از جلد اناج کی قلت کو دُور کرے۔ عمدہ گندم سب کو مناسب نرخوں پر مہیّا کی جائے۔ چینی کی قلّت کو جلد از جلد دُور کیا جائے۔ اس سے حکومت کی بھی ساکھ قائم رہے گی اور زندگی کی گاڑی بھی جوں توں چلتی رہے گی۔

بھارت میں مسلمانوں پر مظالم

اخبارات کی اطلاعات کے مطابق ہندوستان میں تاحال مسلمانوں پر ظلم و ستم جاری ہے۔ باوجود اس کے کہ حکومت ہند کے وزیر اعظم اپنے بیانات میں ایسے واقعات کی موجودگی سے انکار کرتے ہیں اور مسلمانوں پر تشدّد ختم کرنے کا وہ شاہ سعود سے بھی وعدہ کر آئے ہیں۔ لیکن بھارت کی ہندو مہا سبھا اور دوسری فرقہ دار جماعتیں مسلمانوں کی بیخ کنی میں بدستور مشغول ہیں۔ مسلمانوں کو شہید کیا جاتا ہے۔ مکان اور دُکانیں لوٹ لی جاتیں ہیں۔ حتیٰ کہ مساجد اور عیدگاہوں کو شہید کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔

ہم ان سانحات کی ذمہ داری فقط بھارتی حکومت پر ڈالتے ہیں جس کا بین الاقوامی قوانین کی رو سے فرض ہے کہ اپنے باشندوں کے جان و مال کی حفاظت بلالحاظ ان کے مذہب و ملت کرے۔ ہمارا یہ الزام سو فیصدی صحیح ہے کہ حکومت ہند گزشتہ نو سال سے اس ضمن میں قطعاً ناکام رہی ہے۔ "باغی" حیدر آباد، جوناگڑھ اور مانادار کو دبانے "فریادی" کشمیر کی مدد کرنے میں تو بھارتی حکومت بیشک کامیاب ہے۔ لیکن مسلمانوں پر تشدد نہیں روک سکی۔ اسی طرح ناگاہ قبائل کی تطہیر تو بڑی ثابت قدمی اور توجہ سے ہوتی ہے۔ لیکن علیگڑھ، دہلی اور رائے بریلی کے فسادی حکومت کی دسترس سے باہر ہیں۔ بھارتی حکومت کے کان اتنے تیز ہیں کہ دُور افتادہ گوا کے باشندوں کی آواز تو سُن لیتی ہے۔ لیکن گھر کے اندر ہزاروں سال سے بسنے والے امن پسند مسلمانوں کی شکایات حکومت کے بہرے کان نہیں سُن سکتے۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے؟

ہم بھارتی وزیر اعظم سے ان کی مشہورِ عالم "امن پسندی" کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں مسلمانوں کے مظالم کو فوراً ختم کریں۔ ورنہ اس کا جو بھی نتیجہ ہوگا۔ خواہ عالم اسلام کے ردّ عمل سے ہو یا خدائے لازوال کے کسی مخفی طاقت کے استعمال کی صورت میں، ان کے اور ان کی ہم مذہب رعایا کے لئے یقیناً خطرناک ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۴- ربیع الاول ۱۳۷۶ھ - ۱۹- اکتوبر ۱۹۵۶ء

عقد بالاسلام

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادران اسلام - اس سے پہلے انسان کی دس ذمہ داریوں سے دو ذمہ داریوں کی تفصیل کتاب و سنۃ کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں - پہلی ان میں عقد باللہ تعالےٰ ہے اور دوسری عقد بالرسول ہے - آج تیسری ذمہ داری عقد بالاسلام کے متعلق کتاب و سنۃ کی روشنی میں عرض کرنا چاہتا ہوں - اسلام کا لفظ سَلَم سے بنا ہُوا ہے - سلم کی معنی فارسی میں گردن نہادن ہے - اس کا اردو ترجمہ گردن رکھ دینا ہے - کس کے آگے گردن رکھ دینا ہے - اللہ تعالےٰ کے آگے - یعنی اللہ تعالےٰ کے حکم ماننے کا نام اسلام ہے -

پہلی شہادت

(فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ الآیۃ

سورہ الصّٰفّٰت رکوع ۳ پارہ ۲۳

ترجمہ - پھر جب دونوں نے حکم مانا اور اس کو ماتھے کے بل پچھاڑا - اور ہم نے اس کو یوں پکارا - کہ اے ابراہیمؑ - تو نے خواب سچ کر دکھایا -

حاصل یہ نکلا - کہ حکم کی تعمیل کرنے کا نام اسلام ہے -

دُوسری شہادت

(اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○) سورہ آل عمران رکوع ۹ پارہ ۳

ترجمہ - اب سوائے اللہ کے دین کے کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں - اور جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا زور سے اسی کے تابع فرمان ہے

شیخ الاسلام کا حاشیہ

"شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں -

" یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے - جس کے معنی ہیں - حکمبرداری مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالےٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے - اس کے سامنے گردن جھکا دو - پس آج جو احکام و ہدایات سیدالمرسلین خاتم الانبیاءؐ لے کر آئے - وہی خدا کا دین ہے - کیا اسے چھوڑ کر نجات و فلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈتے ہیں خوب سمجھ لیں - کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی - آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق و رغبت سے اس خدا کی حکمبرداری اختیار نہ کرے - جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان و زمین کی چیزیں ہیں - خواہ وہ حکم تکوینی ان کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو - جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں یا مجبوری اور لاچاری سے - جیسے عالم کا ذرہ ذرہ ان آثار و حوادث میں جن کا وقوع و ظہور بدون مخلوق کی مشیت و ارادہ کے ہوتا ہے - حق تعالےٰ کی مشیت و ارادہ کا تابع ہے -"

حاصل یہ نکلا - کہ اسلام اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنے کا نام ہے -

پُورے کے پُورے اسلام میں داخل ہو جاؤ

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ سورہ البقر رکوع ۲۵ پارہ ۲

ترجمہ - اے ایمان والو اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو - کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے

حاصل

یہ ہے کہ اسلام کو پورا پورا قبول کرو - یعنی ظاہر اور باطن اور عقیدہ اور عمل میں صرف اسلام کے احکام کی تابعداری کرو -

اصلی - کھرا اور سچا اُمّتی

فقط وہ ہے جو اپنے عقائد اور اعمال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے - چنانچہ قرآن مجید میں اسی چیز کا اعلان کیا گیا ہے -

(فَاِنْ حَاۗجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ الآیۃ سورہ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۳

ترجمہ - پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو ان سے کہہ دے - کہ میں نے اپنا منہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے - اور ان لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں

حاصل

یہ نکلا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق اور اپنے تابعداروں کے متعلق یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابعدار ہیں - لہٰذا جو شخص آپ کا اُمّتی کہلائے - اور ہر عمل حیات میں کم از کم اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق چلنے کا ارادہ بھی نہ کرے - بلکہ حسب توفیق بھی نہ چلے - وہ آپ کی جماعت میں شامل ہونے کا دعوےٰ کرنے میں کھرا اور سچّا نہیں ہوگا - مثلاً ایک شخص یہ پختہ ارادہ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار ہونے کے لحاظ سے پانچوں نمازیں پڑھوں گا - اور حضورؐ کی طرح کھڑے ہو کر ہی پڑھوں گا - مگر کمر میں درد ہونے کے باعث کھڑا نہیں ہو سکتا - تو بیٹھ کر ہی پڑھ لے - اس شخص نے اگرچہ بظاہر رسول اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت کی ہے - مگر حقیقت میں مخالف نہیں ہے - کیونکہ اس کا ارادہ تو یہی تھا کہ حضورؐ کی طرح کھڑا ہو کر ادا کروں - مگر کھڑا ہونے کی طاقت ہی نہیں ہے - آپ کا مخالف وہ ہوگا - جو باوجود تندرست ہونے کے نماز ہی نہ پڑھے - اس لئے اگرچہ ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان ہو - مگر انہیں مسلم (یعنی تابعداری کرنے والا) نہیں کہا جائیگا - البتہ ایسے شخص کو مومن فاسق کہا جائے گا - یعنی ایماندار تو ہے - مگر بدمعاش ہے - کہ عمل کرنے میں بدعہد - بے وفا - اور

غدار ہے۔

اصلی اور کھرے مسلمان کا ہاتھ مضبوط کڑے میں

(وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

سورہ لقمٰن رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ اور جس نے نیک ہوکر اپنا منہ اللہ کے سامنے جھکا دیا۔ تو اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔ اور آخرکار ہر معاملہ اللہ ہی کے حضور میں پیش ہونا ہے۔

حاصل وہی ہے۔ جو عنوان میں عرض کرچکا ہوں۔ ایسے شخص کو کبھی پچھتانا نہیں پڑے گا۔ کہ میں نے دنیا میں غلط راستہ اختیار کیا تھا۔ اللھم اجعلنا منھم

دعا

اللہ ہم سب کو کھرا۔ اصلی اور سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین ثم آمین۔

عقد بالقرآن

پہلا عقیدہ

قرآن فرمان الٰہی ہے

قرآن مجید کے متعلق مسلمان کا یہ عقیدہ کہ یہ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔ اس عقیدہ کی بناء اللہ تعالےٰ کے اس اعلان پر ہے (الرحمٰن ۝ علم القرآن ۝)

سورہ الرحمٰن رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ رحمٰن ہی نے قرآن سکھایا۔

دوسرا عقیدہ

قرآن مجید مسلمان کا دستور العمل ہے

(اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ) الآیۃ

سورہ الاعراف رکوع ۱ پارہ ۸

ترجمہ۔ جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اتری ہے۔ اس کا اتباع کرو۔

تیسرا عقیدہ

اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے

(مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝

سورہ طٰہٰ رکوع ۱ پارہ ۱۶

ترجمہ۔ ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم تکلیف اٹھاؤ۔ بلکہ اس شخص کے لئے نصیحت ہے۔ جو ڈرتا ہے۔

چوتھا عقیدہ

قرآن سب سے سیدھا راستہ سجھاتا ہے

(اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ بیشک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے۔ جو سب سے سیدھی ہے۔

پانچواں عقیدہ

قرآن مجید شفاء اور رحمت ہے

(وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ) الآیۃ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں۔ کہ وہ ایمانداروں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں۔

چھٹا عقیدہ

قرآن مجید بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے

(وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ) سورہ القمر رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور البتہ ہم نے تو سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان کردیا۔ پھر کوئی ہے کہ سمجھے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کو سمجھنا چاہے۔ تو اس کے مضامین بآسانی سمجھ میں آسکتے ہیں۔

قرآن مجید کا معجزہ

قرآن مجید کی مثال ایک میٹھے پانی کے دریا کی سی ہے۔ جس میں چیونٹی۔ چڑیا۔ کبوتر۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ ہاتھی سبھی پیٹ بھرکر پانی پیتے ہیں۔ اسی طرح اگر قرآن مجید کا فقط لفظی ترجمہ ہی سمجھا دیا جائے۔ اس سے ایک ۷-۸ سالہ بچہ بھی اپنے فہم کے مطابق صحیح مطلب اخذ کر لیتا ہے۔ اور یہی قرآن مجید علماء کرام۔ فضلاء عظام۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین حتیٰ کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نصاب تعلیم دین بھی یہی ہے۔ اور گزشتہ دریا کی مثال کی طرح ہر ایک اپنے اپنے فہم کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کے سوا دنیا میں کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے۔ جس میں یہ حسن اور یہ کمال ہو۔

چاہیئے بھی یہی تھا

برادران اسلام۔ جس طرح اللہ تعالےٰ کی ذات بے نظیر ہے۔ اسی طرح اس کی صفات بھی بے نظیر ہیں۔ کلام اللہ (قرآن مجید) اللہ تعالےٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس کے بے نظیر ہونے کو کئی طریقوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ مقدس کتاب۔ بچے۔ بوڑھے۔ جاہل۔ عالم۔ رعایا۔ راعی۔ امت اور پیغمبر سب کے لئے یکساں مفید اور ہر ایک کے لئے مکمل دستور العمل اس میں موجود ہے۔ چونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی کلام پاک ہے۔ اس لئے چاہیئے بھی یہی تھا۔ کہ یہ ایسی ہی بے نظیر خوبیوں کی مالک ہو۔

بچے اور جاہل میں نورِ ہدایت کی مثال

۱

(وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ) الآیۃ سورہ یونس ع۱۱ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے۔ تو اس کے سوا اسے پھیرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے۔ تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں

نتیجہ

فقط اس آیت کے لفظی ترجمہ سمجھ لینے

کے بعد ایک بچّہ اور ایک جاہل بھی یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ جائیگا - کہ ہر تکلیف اللہ تعالےٰ کے حکم سے آتی ہے - اور اس تکلیف کو سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی دُور بھی نہیں کرسکتا - لہٰذا جب کوئی تکلیف آئے تو فقط اللہ تعالےٰ ہی سے اس کے دُور کرنے کی دُعا کرنی چاہیئے - اور اگر اللہ تعالےٰ انسان کے متعلق کسی بہتری کا فیصلہ کرے - تو اسے کوئی روک نہیں سکتا - لہٰذا ہر ایک بھلائی حاصل کرنے کے لیئے فقط اللہ تعالےٰ ہی کے دروازے پر ہاتھ پھیلانا چاہیئے - اور یہی نورِ ہدایت ہے -

۲

لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ۙ اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ط اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝ سورہ الشوریٰ رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ - آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے - جو چاہتا ہے - پیدا کرتا ہے - جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے لڑکے بخشتا ہے - یا لڑکے اور لڑکیاں ملاکر دیتا ہے - اور جسے چاہتا ہے بانجھ کردیتا ہے - بے شک وہ خبردار قدرت والا ہے -

نتیجہ

ایک بچّہ اور ایک جاہل بھی بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائیگا کہ اولاد کا دینا فقط اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے - جو چاہے - جسے چاہے دے - لہٰذا اولاد فقط اسی ایک اللہ تعالےٰ ہی سے مانگنی چاہیئے -

صحابہ کرام کا نصاب تعلیم
فقط قرآن تھا

برادرانِ اسلام - آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں باشندگانِ عرب کو امی (ان پڑھ) کے نام سے ذکر کیا ہے ان ناخواندہ انسانوں کو فقط قرآن مجید ہی کی تعلیم دی گئی تھی - جس کی برکت سے وہ خوبیاں اور کمالات پیدا ہوگئے تھے - جن کی نظیر دُنیا کی آنکھوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی - اور اس کے بعد آج تک دُنیا میں نظر نہیں آئی - اور نہ قیامت تک نظر آئے گی - خود اللہ تعالےٰ ان کے بے نظیر ہونے کی شہادت دے رہے ہیں -

شہادت

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط وَلَوْ اٰمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

سورۃ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴

ترجمہ - تم سب اُمتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں - اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو - اور اللہ پر ایمان لاتے ہو - اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے - تو ان کے لئے بہتر تھا - کچھ ان میں سے ایماندار ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں -

قرآن مجید میں وہی تاثیر

ہمارا ایمان ہے - کہ آج بھی قرآن مجید میں وہی تاثیر موجود ہے - جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے تھی - اور اس قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کے لئے آج بھی ان تنصروا اللہ ینصرکم (اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے - تو وہ تمہاری مدد کرے گا) کا اعلان واجب الاذعان موجود ہے - اگر آج ہم صحابہ کرامؓ کی طرح اس پر عمل کریں - تو اللہ تعالےٰ کی وہی رحمتیں ہم پر نازل ہوسکتی ہیں - اور تمام اقوام عالم پر اخلاقی اور سیاسی وہ فوقیت حاصل ہوسکتی ہے جو صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے حاصل ہوئی تھی

انتم الاعلون

آج بھی قرآن مجید میں یہ اعلان موجود ہے - (وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پارہ ۴

ترجمہ - اور سُست نہ ہو - اور غم نہ کھاؤ - اور تمہیں غالب رہوگے - اگر تم ایماندار ہو -

مسلمان کی ذلّت کے دو سبب

اے مسلمان تیری موجودہ ذلت کے دو سبب ہو سکتے ہیں - یا تو تیرا قرآن مجید پر ایمان نہیں ہے - تمہاری بے ایمانی کے باعث قرآن مجید کی برکات سے مستفید نہیں ہو سکتے - اور اگر ایمان ہے تو پھر تم یقیناً قرآن مجید کے عملاً مخالف ہونے کے باعث اس ذلّت میں مبتلا ہو -

ذلّت کا علاج فقط قرآن ہے

برادرانِ اسلام - ہمارے مُلک کا مسلمان ہر لحاظ سے ذلیل ہے - اخلاقی ہو یا معاشرتی - اقتصادی ہو یا سیاسی - اگرچہ اللہ تعالےٰ نے اُمّتِ محمدیہ میں ایسے افراد رکھے ہُوئے ہیں - جن پر خیرِ اُمّۃ کا لیبل چسپاں ہوسکتا ہے - اور ان کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے - ہماری اکثریت پر شرامۃ اخرجت للناس کا لیبل ہی موزوں اور چسپاں ہوسکتا ہے - شرامۃ کی ذلت کو دُور کرنے کا علاج فقط قرآن مجید کے احکام کی تعمیل ہے - وماعلینا الاالبلاغ

(بقیہ اللہ کی نیک بندیاں صفحہ ۲ سے آگے)

بیان کر کہنے لگی مَیں نے اپنی پڑوسن سے کچھ زیور مانگنے کے طور پر لیا تھا اور مدت تک اس کو پہنتی رہی - پھر اُس نے آدمی بھیجا کہ میرا زیور دیدو تو کیا وہ اُس کا زیور دے دینا چاہیئے - عالم نے کہا بے شک دے دینا چاہیئے - وہ عورت بولی کہ وہ تو میرے پاس بہت مُدت تک رہا ہے تو کیسے دے دوں - عالم نے کہا تب تو اور بھی خوشی سے دے دینا چاہیئے - کیونکہ ایک مدت تک اس نے نہیں مانگا - یہ اس کا احسان ہے - عورت نے کہا - خدا تمہارا بھلا کرے - پھر تم کیوں غم میں پڑے ہو - خُداوند تعالےٰ نے ایک چیز مانگی دی تھی - پھر جب چاہا لے لی - اسی کی چیز تھی اُس نے واپس لے لی - یہ سُن کر اس کی آنکھیں سی کھُل گئیں اور اس بات سے اس کو بہت بڑا فائدہ پہنچا -

فائدہ - دیکھو کیسی عورت تھی - جس نے مرد کو عقل دے دی اور مرد بھی کیسا عالم تھا - بیبیو تم کو بھی چاہیئے - کہ مصیبت میں یہی سمجھا کرو اور دوسروں کو بھی سمجھایا کرو

۵ے تجربہ کہ ایسے موقع پر دوسرے کی نصیحت کارگر ہوتی ہے گو نصیحت کرنے والا دینداری میں اس شخص سے جس کو نصیحت کی جاتی ہے کم درجہ کا کیوں نہ ہو -

مجلسِ ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب

منعقدہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اصلاحِ حال کی علامتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اما بعد:- میری آج کی معروضات کا عنوان ہے "اصلاح حال کی علامتیں" میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ جن احباب کی خدمت مجھ گنہگار کے ذمہ عائد کر دی گئی ہے۔ ان کی اصلاح باطن کیلئے کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ میں پاکباز ہوں۔ آپ گنہگار ہیں۔ آپ اصلاح باطن کی ضرورت ہے۔ اور مجھے نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو آپ سب سے زیادہ گنہگار سمجھتا ہوں۔ اور مجھے آپ سے زیادہ اصلاح باطن کی ضرورت ہے۔ یہ میرا حال ہے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالٰے اس پر مجھے قائم رکھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں اکثر یہ فقرہ کہا کرتا ہوں۔ اوصی نفسی اولاً وایاکم بعدہ۔ (میں پہلے اپنے نفس کو وصیت کرتا ہوں اور آپ کو بعد میں) جو اللہ تعالٰے مجھ سے کہلوا رہے ہیں۔ ان کی پابندی میرے لئے بھی فرض ہے۔ بیعت کے وقت آج کل میں عہد لیا کرتا ہوں۔ کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم آپ بتلائیں گے اس کی میں پابندی کروں گا۔ جنہوں نے بیعت کی ہوئی ہے۔ ان کی خدمت میرے ذمہ فرض ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ جو میں عرض کروں۔ اس کو گوش ہوش سے سنیں۔ لوح دل پر لکھ کر لے جائیں اور عمل میں لائیں۔

اس سے پہلے بعض ذکروں میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ اصلاح کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اصلاح قال ۔ ۲۔ اصلاح حال

دیہاتیوں کی تو اصلاح قال بھی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالٰے اس کی خود شہادت دیتے ہیں۔

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ کُفۡرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ ؕ الایۃ (سورہ التوبہ رکوع ۱۲)[1]

ترجمہ:- گنوار کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمائے ہیں۔ ان سے واقف نہ ہوں۔

اشد اسم تفضیل تذکر کا صیغہ ہے۔ گویا کفر اور نفاق کا اس سے آگے کوئی درجہ نہیں۔ دیہاتی بظاہر سیدھے سادھے ہوتے ہیں۔ لیکن اندر سے کھوٹے ہوتے ہیں۔ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔

ع۔ دیوانہ بکار خود ہوشیار۔ اپنی مطلب براری میں بڑے پکے ہوتے ہیں۔ جاٹوں کی لڑائیوں کا آپ کو علم ہی ہے۔ وہ ذرا سی بات پر سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں پانی اور کھیتوں کی حدوں پر قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کے ہاں کامل بہت کم ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں نہ دین کا علم اور نہ عمل ہوتا ہے۔ عام طور ان کے آئمہ مساجد سوائے نماز جنازہ پڑھانے اور امامت کرانے اور کچھ نہیں جانتے۔ ان کے دین سے جہالت کی اللہ تعالٰے بھی شہادت دیتے ہیں۔ اَجۡدَرُ اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ۔ اجدر بھی اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے۔ ان کی جہالت کی بھی کوئی حد نہیں۔ ان کی تو اصلاح قال بھی نہیں ہوتی ان کو بولنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی۔ کسی کا ذکر بعد میں کریں گے۔ پہلے اس کو ماں بہن کی مغلظ گالی دیں گے۔ اپنے بڑے لڑکے مولوی حبیب اللہ کی شادی کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ کہ اس نے دیہات کے کئی رشتے اس لئے رد کر دئے۔ کہ اکثر دیہاتی لڑکیوں کو بولنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی۔ امیر امان اللہ خاں کے استاد نے کسی دوسرے شخص کے ذریعہ اپنی نواسی کا رشتہ پیش کیا۔ وہ امیر تھے۔ میں نے اپنے آپ کو غریب سمجھ کر وہ رشتہ بھی چھوڑ دیا۔ اس میں بھی کوئی حکمت تھی۔ اگر وہ شادی ہو جاتی تو یہ سعادت نصیب نہ ہوتی۔ نہ لن نہ کن (پنجابی) اس لئے مدینہ منورہ جا بیٹھا۔ میں یہ عرض کر رہا تھا۔ الا ما شاء اللہ اکثر دیہاتیوں کی نہ اصلاح قال ہوتی ہے۔ نہ اصلاح حال۔

اب آیئے تعلیم یافتہ کی طرف۔ پچھلی دفعہ میں نے عرض کیا تھا۔ کہ تعلیم کی دو قسمیں ہیں ۱۔ تعلیم قدیم ۲۔ تعلیم جدید تعلیم قدیم کے تعلیم یافتہ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل علمائے کرام ہیں۔ اور تعلیم جدید کے فارغ بی اے ایم اے ہیں۔ ان دونوں کی اصلاح قال تو ہو جاتی ہے۔ مگر اصلاح حال ان کی بھی نہیں ہوتی۔ بی اے ایم اے کو تو امراض روحانی کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ جیسے رات کو خیبر میل میں مسافر راوی۔ چناب۔ جہلم اور اٹک سب کو عبور کر جاتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔ اسی طرح علمائے کرام ان سے عبور کر جاتے ہیں۔ قرآن میں ان کا ذکر آتا ہے۔ اور وہ دوران تعلیم میں

[1] ملاحظہ ہو "خدام الدین" لاہور مورخہ ۵ اگست ۱۹۵۶ء

قرآن سے عبور کر جاتے ہیں۔ دنیا میں اصلاح حال نہ ہوئی تو اللہ تعالےٰ کے ہاں روحانی کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام دوزخ ہے۔ اگر عالم روحانی مریض ہے تو اس کو بھی اس میں رکھا جائے گا۔ بی اے روحانی مرض میں مبتلا ہے تو وہ بھی اسی میں داخل ہوگا۔ جیسے یہاں عالم اور بی اے جسمانی مرض میں مبتلا ہوں۔ تو ان کو بھی میو ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ اور جاہل کو بھی۔

میں پچھلی دفعہ روحانی بیماریاں بھی گنوا چکا ہوں۔ حسد۔ کبر۔ عجب چند موٹی موٹی روحانی بیماریاں ہیں۔ حسد۔ کبر جیسے بی اے میں ہوتا ہے۔ اسی طرح علماء میں بھی ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔ وہ جنت میں نہ جائے گا۔ صحابہ کرام کے سوال پر آپؐ نے کبر کی یہ تعریف فرمائی بطر الحق وغمط النّاس (حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا) جس طرح انگریزی دان کہہ دیتے ہیں۔ کہ مولویوں کو کیا آتا ہے۔ اسی طرح مولویوں کو بھی اپنے علم پر ناز ہوتا ہے اسلام کہتا ہے ع

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

سر کے بالوں میں بھی اسلام دو رنگی سے منع کرتا ہے۔ اسلام کہتا ہے۔ کہ بال آگے پیچھے اور درمیان سے برابر ہوں۔ یا سارے کٹے ہوں۔ یا سارے بڑھے ہوئے ہوں۔ ایک انگریزی فیشن کے بالوں والا کرزن فیشن نوجوان جب میرے پاس آتا ہے۔ جو فقط نماز جمعہ پڑھتا ہے۔ تو میں نفس سے یہ کہتا ہوں۔ کہ تجھ سے تو یہی اچھا ہے۔ میرا یہ حال ہے اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے ہستی فنا کر دی ہے۔

حضرت دین پوریؒ میری بیعت کے بعد ۴۰ سال زندہ رہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے مولنا عبدالہادی جو اب گدی نشین ہیں میری بیعت کے ۹ سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ حضرت دین پوریؒ کی نظیر پنجاب اور سندھ میں نہ تب تھی اور نہ اب ہے۔ میں نفس سے کہتا ہوں کہ ایسے کامل نے ۴۰ سال تک تیرے قلب پر نظر کی۔ پھر گناہ کے خیالات آتے ہیں اور کبھی کر بھی بیٹھتا ہے۔ اس نوجوان کے قلب پر تو کسی کی نظر ہی نہیں اس کا کیا قصور ہے؟ یہ ہے۔ ع

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

مدارس عربیہ میں علمائے کرام منطق کی تقریباً ۱۲ کتابیں پڑھ کر آتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم تو منطق کے فاضل ہیں اور باقی سب جاہل عالم ہونے کے لحاظ سے ہم اعلیٰ ہیں اور باقی سب ادنیٰ اسی کا نام کبر ہے کامل کی صحبت نصیب ہو جائے۔ تو وہ ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ کامل کی صحبت کے متعلق کسی نے کہا ہے ع

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

یعنی اولیاء اللہ کی صحبت میں ایک گھڑی رہنے سے جو روحانی فائدہ ہوتا ہے۔ وہ سو سال کی ریاء سے پاک عبادت سے زیادہ ہے۔ بعض اوقات میں اپنے متعلق سوچتا ہوں۔ تو اپنے آپ کو اس شعر کا مصداق پاتا ہوں ع

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم
بحیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت ما را

حسد یہ ہے۔ کہ اے اللہ تو نے فلاں شخص کو فلاں نعمت کیوں دی۔ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے یہ حرام ہے اس کے مقابلہ میں غبطہ ہے۔ جس کو فارسی میں رشک اور پنجابی میں ریس کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ غبطہ یہ ہے۔ اے اللہ تیرے خزانے میں کس چیز کی کمی ہے۔ تو نے فلاں شخص کو فلاں نعمت عطا فرمائی ہے مجھے بھی دیدے۔ اس کی بھی بحال رہے

جب تک کسی کامل کی صحبت میں ہستی فنا نہ ہو۔ یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ کامل کی صحبت میں جانے کے بعد ایک جید عالم پر یہ حال غالب ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ میں باوجود اس قابلیت علمی کے بارگاہ الہیٰ میں اتنا مقبول نہ ہوں جتنا کہ یہ جاہل اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار اور پرہیزگار بندہ ہے۔ جب یہ حال ہو جائے تو کبر پاس بھی نہیں بھٹکتا۔ کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ یہ چیزیں عقل میں نہیں آتیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہو۔ تو کامل کی صحبت میں یہ چیزیں حال بن جاتی ہیں۔

دونوں قسم کی تعلیم سے آراستہ حضرات کی اصلاح قال تو ہو جاتی ہے مگر اصلاح حالی نہیں ہوتی۔ جب تک کسی کامل کی صحبت نصیب نہ ہو۔ کامل کی صحبت میں جاہلوں کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ایک دفعہ بیٹھا ہوا تھا مجھے وہ جگہ۔ وقت اور واقعہ اب تک یاد ہے۔ حضرتؒ کے لنگر میں کچھ کھجوروں کے درخت تھے۔ وہاں دارالحفاظ میں بچے بھی پڑھتے تھے۔ بچے جب چھٹی ہو تو کچی کھجوریں توڑ کر کھانے لگتے۔ ایک شخص نے میرے سامنے شکایت کی کہ حضرت مدرسہ کے بچے جب چھٹی ہو تو کچی کھجوریں توڑتے ہیں۔ حضرت کا مزاج جلالی تھا۔ حاجی اللہ ورایا سے جو ان کا ایک خادم تھا فرمایا۔ اللہ ورایا ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ۔ تو میں ان کو سزا دوں حاجی اللہ ورایا بے ساختہ عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اس نے حضرتؒ کی طبیعت کا رخ پھیر دیا۔ اور آپ خاموش ہو گئے۔ وہ بالکل ان پڑھ تھا کامل کی صحبت میں اس کی اصلاح حال ہو چکی تھی۔ وہ حضرتؒ کا ۲۴ گھنٹے کا بے دام غلام تھا۔ وہ حاجی معتمد اور متوکل علی اللہ تھا۔ حضرتؒ جب چاہیں اس کو کپڑا دے دیدیں۔

حضرتؒ کی نظیر پشاور سے کراچی تک نہ تب تھی نہ اب ہے۔ آپؒ عالم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا سندھی ترجمہ کیا ہے۔ اس کے ٹائیٹل پیج پر میں نے ان کو قطب الاقطاب لکھا ہے۔ میں نے یہ عقیدتاً ہی نہیں لکھا۔ بلکہ اس کے لئے میرے پاس دلائل ہیں۔ لیکن وہ جب کبھی خاص بات فرماتے تو فرماتے ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا تھا۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ جمال کے مظہر اتم تھے وہ کچھ نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ وہ لاہور تشریف لائے تو میں ان کو سیر کرانے کیلئے شاہدرہ لے گیا۔ جہانگیر کے مزار پر پہنچ کر دوپہر کے وقت انہوں نے ذکر جہر شروع کر دیا۔ جو خادم ساتھ گئے تھے سب نے اتباع کیا۔ انہوں نے کچھ فرمایا نہیں کہ یہ کیوں کیا اور ادباً کسی نے پوچھا نہیں اس لئے یہ معمہ ہی رہا۔ ایک دفعہ میں حضرت دین پوریؒ کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرتؒ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ وہ چھوٹی جس پر آپ

خطبہ استقبالیہ

از جناب حضرت مولٰنا احمد علی صاحب صدر کنونشن علماء کرام منعقدہ ۸ - ۹ - اکتوبر ۱۹۵۶ء ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرات علماء کرام و فضلاء عظام - آپ کے اِس مقدس اجتماع کی تجویز در اصل ملتان کے کے حضرات علماء کرام کے ذہن میں آئی ہے۔ اُنہوں نے آپ حضرات کو یہاں تشریف لانے کی تکلیف دی - ہر ایک اجتماع کے بلانے کے لئے یہ قاعدہ ہے - کہ کسی ایک شخص کو داعی تجویز کیا جاتا ہے - چنانچہ ان حضرات نے باہمی مشورہ میں اس عاجز کا نام بحیثیت داعی کے تجویز فرمایا - جب مجھے لاہور میں اس تجویز کی اطلاع دی گئی تو میں نے انکار کیا۔ اور عرض کی کہ مجھ سے بہتر آدمی موجود ہیں - مثلاً حضرت مولٰنا محمد علی صاحب جالندھری کا ذکر میں نے کیا کہ وہ علماء کرام کی مقدس جماعت کے بہترین صدر ہو سکتے ہیں۔ اور میں نے اپنا کچھ عذر بھی پیش کیا۔ اس پر ان حضرات نے واضح طور پر فرمایا - کہ سر دست تمہارا نام بحیثیت صدر استقبالیہ کے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ جب سب حضرات اکٹھے ہونگے۔ تب مستقل صدر کا انتخاب کر لیا جائے گا۔ اس تصفیہ کے بعد بندہ نے آپ کی تشریف آوری کا داعی ہونے کی خدمت قبول کر لی۔

مقصدِ اجتماع

مجوزین حضرات کے ذہن میں مقصد اجتماع یہ ہے - جس کی مجھے اطلاع دی گئی تھی۔ "یہاں ملتان کے علماء کی ایک میٹنگ میں تنظیم کے سلسلہ میں یہ طے ہُوا - کہ ۷-۸-۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ملتان میں تمام مغربی پاکستان کے علماء کی ایک کنونشن بلائی جائے۔ اس میں تمام علماء کے سامنے ان کے فرائض پیش کریں - اور احساس دلائیں - کہ علماء کرام کی تنظیم اس پُر فتن دور میں کتنی ضروری ہے - اور ایک عملی خاکہ تیار کریں - خداوند قدوس جل وعلا کی ذات اقدس سے امید واثق ہے کہ وہ محض اپنی عنایت سے کوئی راہ کھول دیگا اور اس افراتفری اور انتشار کو ختم کر دیگا۔ جو آج نظر آ رہا ہے - اس کا اگلا قدم کیا ہوگا - اور لائحہ عمل کیا تیار ہوگا - اس کا فیصلہ خود کنونشن کریگی" حضرات ملتان کے علماء کرام کے ذہنی تخیّل کی یہ قلمی تصویر ہے جو میں نے عرض کر دی ہے -

خیر مقدم

زندہ دل بیدار مغز حضرات علماء کرام ملتان کی اس تجویز کا میں بھی خیر مقدم کرتا ہوں - حضرات سید المرسلین خاتم النّبیّین فخر الاولین والآخرین کی سرکار نے جو عہدہ آپ کو عطا فرمایا ہے - وہ کسی جماعت کو نصیب نہیں - آپ ہی کے حق میں فضل العالم علی العابد کفضلی علٰی ادناکم کا ارشاد صادر ہُوا تھا - آپؐ ہی کے حق میں ان اللہ وملائکتہ واہل السمٰوٰت والارض حتی النملۃ فی جحرہا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر فرمایا گیا تھا۔

اللہ جل شانہٗ کی ذمہ داری پوری کرنے کیلئے آپ ہی بہترین آلہ کار بن سکتے ہیں

آپ حضرات کے سامنے ایسی چیزیں پیش کرنا ایسا ہے - جیسا لقمان را حکمت آموختن۔ مگر میں اپنے عندیہ کو واضح کرنے کے لئے یہ چیزیں عرض کر رہا ہوں - قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے (انّا نحن نزّلنا الذکر وانّا لہٗ لحافظون)

سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴

اس ذمہ داری کو معرض وجود میں لانے والے نمبر اوّل علماء کرام ہی ہو سکتے ہیں۔ آپ حضرات ہی نے عمر عزیز کا معتد بہ حصّہ اس مقدس کتاب کے سمجھنے کے لئے صرف کیا ہے۔ وہ علوم جو اس کے سمجھنے کے آلہ کار ہیں - مثلاً علم الصرف اور علم النحو وغیرہ آپ نے علم حدیث حاصل کیا - تا کہ قرآن مجید میں جو مراد الٰہی ہے - وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قول و فعل سے معلوم ہو سکے۔ علم حدیث حاصل کرنے کے لئے علم اصول حدیث پڑھا - حاصل یہ ہے کہ تمام مبادی در اصل قرآن مجید کا صحیح مفہوم سمجھنے کی خاطر حاصل کئے گئے - سوائے آپ کی اس مقدس جماعت کے حضور انور کی امت میں اور کوئی ایسی جماعت نہیں - جو اس محنت شاقہ اور اس عرقریزی سے قرآن مجید کا مفہوم سمجھنے کی سعی بلیغ کرے - وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم -

علماء کرام کے اسلاف کی برکت

حضرات آپ ہی کے اسلاف علماء کرام کی اشاعت قرآن مجید کی یہ برکت ہے - کہ آج چودھویں صدی ہجری میں بھی صحیح اور اصلی معنی میں قرآن مجید کو سمجھنے والے اور اس کی نشر و اشاعت کرنے والے علماء کرام سینکڑوں کی تعداد میں سطح دُنیا پر موجود ہیں۔ اللہ تعالٰے ہماری طرف سے انہیں جزاء خیر عطا فرمائے - ان کی قبروں کو ریاض الجنۃ بنائے اور جنّت الفردوس کا وارث بنائے آمین یا الٰہ العالمین

علماء کرام مصروفِ عمل ہیں

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ الحمد للہ حق پرست علماء کرام کی ایک معتد بہ جماعت مصروفِ عمل ہے - اور وہ قرآن مجید کی اشاعت حسبِ توفیق اپنی اپنی جگہ پر کر رہے ہیں - اللہ تعالٰے ان کی اس سعی کو قبول فرمائے - آمین

اجتماعی طاقت کی حاجت

اشاعت دین کے بعض کام ایسے بھی ہوتے ہیں - جن کے کرنے کے لئے اجتماعی طاقت کی ضرورت پیش آجاتی ہے - آج کے اجتماع کی اصلی غرض یہی ہے کہ اگر ضرورت پیش آئے - تو علماء کرام مجتمع ہو کر بھی اس کام میں حصّہ لیں - حضرات آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک کا عدد لکھا جائے تو وہ گیارہ کا عدد بن جاتا ہے - اور اگر اس کے ساتھ ایک اکائی لکھ دی جائے تو ایک سو گیارہ ہو جاتے ہیں - اور اگر ایک اکائی آپ حضرات بیک وقت بیک آواز ہو کر جو کام کرینگے - اس کی طاقت مذکورالصدر عدد کی طرح بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔ اس کا اثر عوام اور خواص پر تو بجائے خود رہا بلکہ حکام پر بڑا زبردست پڑیگا - ابھی چار سال کا ختمِ نبوّت والا واقعہ آپ کے سامنے گزرا ہے - علمائے کرام نے بیک آواز ہو کر ختم نبوت کا نعرہ لگایا - اور ختم نبوّت کے تاج کی حفاظت کے لئے یک زبان ہو کر مسلمانوں کو ختم نبوت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کی دعوت دی۔

مسلمانوں نے علماء کرام کی دعوت پر لبیک کہی اور حکومت پاکستان کی بھی پروا نہیں کی- چھاتیوں میں گولیاں کھائیں- لیکن آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا- حکومت کے ذمہ دار تعجب سے کہتے تھے- کہ ہمیں یہ علم نہیں تھا- کہ یہ مساجد کے بوریا نشین حجروں سے نکل کر میدان میں آئیں گے- اور قید و بند کی پروا نہ کرتے ہوئے میدان میں کود پڑیں گے- اور ان کے جھنڈے کے نیچے عوام شمع پر پروانے کی طرح آجمع ہونگے- حضرات یہ ملک انگریز کے زمانہ میں کفرستان تھا- اس وقت میں کہا کرتا تھا کہ ہماری زبان میں وہ طاقت ہے جو انگریز کی توپ میں نہیں ہے- مثلاً ہمارا آتش فشاں اور سحر بیاں مقرر حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم انگریز کی فوج میں بھرتی روکنے کے لئے منبر پر آکھڑا ہو- اور انگریز بھرتی ہونے والوں کو ہزار طرح کے لالچ دے- انشاء اللہ تعالٰے امید واثق ہے کہ ایک مسلمان بھی بھرتی نہیں ہوگا- بہر حال میں عرض کروں گا کہ اگرچہ آپ حضرات انفرادی طریقہ پر اللہ تعالٰے کے دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں- اللہ تعالٰے اسے قبول فرمائے- اب پاکستان کو صحیح معنی میں پاکستان بنانے کے لئے آپ کی متفقہ طاقت اور آپ کے عزم بالجزم اور مسلسل سعی بلیغ کی ضرورت ہے-

پاکستان بنانے میں علماء کرام کا حصہ

حضرات- ابھی تقریباً دو ماہ کا عرصہ گزرا ہے کہ ہندوستان کے وزیر اعظم مسٹر جواہر لعل نہرو نے پاکستانی حکومت کو طعنہ دیا تھا- کہ آپ میں کون انقلابی ہے یعنی حکومت پاکستان کے موجودہ برسر اقتدار طبقہ میں کون ہے- جس نے ہندوستان کو انگریز کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے جیلوں کی ہوا کھائی ہو یا مصیبتیں برداشت کی ہوں- اس کے جواب میں ہمارے ون یونٹ کے وزیر اعظم ڈاکٹر خان صاحب نے یہی جواب دیا تھا- کیا ہمارے علماء کرام نے انگریزی سامراج سے ٹکر لگانے میں عمریں صرف نہیں کیں- اور علماء کرام میں سے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص طور پر نام لیا تھا- جو کہ در اصل استاذ العلماء مجاہد اعظم حکومت برطانیہ کی بیخ کنی کے علمبردار اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہٗ کے خدام میں سے ایک تھے- معلوم ہوتا ہے- کہ وزیر اعظم ڈاکٹر خان صاحب کو اس زنجیر کا علم نہیں تھا- ورنہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے کئی خدام کا نام نامی سنہری حروف میں لکھوا کر مسٹر نہرو کو بھیج سکتے تھے-

حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ سندھی کے باعث علماء کرام کی گرفتاریاں

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سندھی کے ریشمی خطوط جو انگریز کے ہاتھ آگئے تھے- ان کی بناء پر ۱۹۱۶ء کے آخر میں صوبہ سندھ- ریاست بہاولپور- صوبہ پنجاب اور دہلی سے علمائے کرام کی گرفتاریاں ہوئیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

صوبہ سندھ سے

(۱) مولانا و مقتدانا حضرت مولانا تاج محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہٗ ضلع شکارپور سندھ کے رہنے والے تھے- انگریز انہیں گرفتار کر کے کراچی لے گیا اور وہاں سے اپنی کرامت سے رہا ہو کر آگئے- کراچی ان دنوں بمبئی سے ملحق تھا- کراچی میں کمشنر رہتا تھا- یہ پہنچے- اس کے بعد کمشنر صاحب کی میم صاحبہ کو پیٹ میں سخت درد شروع ہوگئی- ڈاکٹر علاج کر کے عاجز آگئے- کسی نے کمشنر صاحب سے کہا- کہ اس بزرگ سے دعا کرائیے- کمشنر صاحب میم صاحبہ کو موٹر پر بٹھا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آیا- اور دعا کی درخواست کی- حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا فرمائی- اے اللہ یہ میں تو تیرے دین کے دشمن- مگر اس سفید داڑھی کی لاج رکھ لے- میم صاحبہ کو فوراً شفا ہوگئی- یہ کرامت دیکھ کر وہ ڈر گیا- کہ میں نے ان کو جو تکلیف دی ہے- اس کی سزا میں ابھی میرا گھر تباہ ہونے والا تھا- اگر میں نے کوئی اور قدم اٹھایا تو خدا جانے مجھ پر کیا آفت نازل ہوگی- اس نے حضرت کو فوراً گھر واپس بھیج دیا-

(۲) حضرت مولانا شیخ عبد الرحیم صاحب مرحوم حیدر آباد سندھ کے رہنے والے تھے- ان کی گرفتاری کا وارنٹ نکلا- اور وہ مفرور ہوگئے- انگریز انہیں گرفتار نہیں کر سکا- اور ان کی وفات بھی کہیں مفروری کی حالت میں ہوئی-

ریاست بہاولپور سے

(۱) مولانا و مقتدانا و مربینا حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ سجادہ نشین دین پور شریف (۲) حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت مولانا عبد اللہ صاحب (جو زندہ ہیں)

صوبہ پنجاب سے

(۱) حضرت مولانا ابو محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ- امام مسجد صوفی کشمیری بازار لاہور (۲) حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مالک رفاہ عام سٹیم پریس لاہور-

پانی پت سے

حضرت مولانا حمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دہلی

یہ گنہگار (احمد علی) جو آپ کے سامنے کھڑا ہے- جبکہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سندھی دہلی میں اپنے قائم کردہ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ میں مجھے اپنا قائمقام تجویز کر کے خود کابل تشریف لے گئے تھے-

ایک دن ایک وقت

جتنے حضرات علماء کرام کی گرفتاری کا ذکر کر چکا ہوں- یہ سب ایک دن ایک ہی وقت میں انگریز نے ماہی گیر کی طرح جال ڈال کر گرفتار کئے تھے-

ایک بھی کانگرسی نہیں تھا

جتنے حضرات کا سابقہ سطور میں ذکر کر چکا ہوں- ان میں سے یقین سے کہہ سکتا ہوں ایک بھی کانگرسی نہیں تھا- ان حضرات کے قلوب اسی جذبہ سے معمور تھے- کہ انگریز کو ہندوستان سے نکال دیا جائے- تاکہ یہاں پھر اسلام کی حکومت قائم کی جا سکے-

پھر کیا ہوا

انگریز تو ان حضرات پر سازش کا کیس چلانا چاہتا تھا- جس کی سزا پھانسی یا کالا پانی تھا- مگر اللہ تعالٰے کی طاقت سب دنیا کی سلطنتوں سے زیادہ زبردست

ہے۔ ان گرفتار شدگان میں سے بعض
حضرات یقیناً اولیائے کرام تھے۔ جنہیں
انگریز کے پنجہ سے چھڑا کر اپنے دین
کی اشاعت کا کام لینا چاہتا تھا۔ اصلی
اور اندرونی حالات تو اللہ تعالےٰ ہی بہتر
جانتا ہے۔ اس کے بعد واقعہ یہ ہوا۔ کہ
ان حضرات کو مختلف حوالاتوں اور جیلوں
میں رکھ کر انگریز نے مختلف مقامات پر
نظربند کر دیا۔ اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً
رہا کر دیا۔

فقط یہی نہیں

بلکہ اور بھی بہت سے علماء کرام ہیں
جو آزادیٔ ہند کے لئے عمر بھر انگریز کی
بیخ کنی کے درپے رہے۔ مثلاً ان میں
سے حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب۔
حاجی ترنگ زئی صاحب۔ مولانا عبد الرحیم
صاحب پاپلزئی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب لاہوری
کے اسماء گرامی سنہری حروف میں لکھنے کے
قابل ہیں۔

علماء کرام کا سر بلند ہے

آزادیٔ ہند کے سلسلہ میں علماء کرام کی
آخری نہضت کا جو میں نے ذکر کیا ہے۔
اس کا نتیجہ یہ ہے کہ علماء کرام سربلند کر کے
ببانگ دہل کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہندوستان
کی آزادی جس کی بناء پر پاکستان بنا ہے
اس کے بنانے میں ہماری قربانیوں کا حصہ
بھی ہے۔

اگر ہندو

گاندھی اور نہرو وغیرہ کی قربانیاں پیش
کرے۔ تو مسلمان اس کے مقابلہ میں استاذ العلماء
فخر ہند حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ
علیہ۔ امام المجاہدین عمدۃ المحدثین حضرت مولانا
حسین احمد صاحب دامت برکاتہم مدنی مفتی اعظم
حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب
دامت برکاتہم حضرت مولانا عزیز گل صاحب
سرحدی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ
علیہ کے اسماء گرامی پیش کر سکتا ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ دو جماعتوں کی قربانیوں سے
پاکستان معرض وجود میں آیا ہے۔ ایک مقدس
جماعت علماء کرام کی اور دوسرے وہ عوام
جو تقسیم ملک کے وقت میں محض مسلمان ہونے
کے سبب سے برباد ہوئے۔ نہ گھر گھاٹ
رہا۔ نہ مال متاع رہا۔ نہ جانیں سلامت
رہیں۔ نہ عزت و آبرو بچی۔

پاکستان کے وارث

لہٰذا پاکستان کے اصلی وارث یہی
دو قسم کے آدمی ہیں۔ اس لئے ان کی
مرضی کے خلاف کوئی قانون نہیں بننا چاہئے
اور نہ کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کی
مرضی کے خلاف بنا کر ان کے سر تھوپے۔

لہٰذا

حضرات علماء کرام کی خدمت میں مؤدبانہ
عرض کرتا ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر پوری
کوشش کریں کہ پاکستان صحیح معنی میں پاکستان
بن جائے۔

پاکستان کا مقصد مسٹر جناح کی زبانی

"ہم ہندوستان میں بسنے والی کسی قوم
کے جائز مفاد کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے
لیکن خود بھی دوسروں کی غلامی کا طوق
اپنی گردنوں میں ڈالنے کے لئے تیار
نہیں۔ پاکستان کے مطالبہ سے ہمارا
مقصد صرف یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو
ان کی اکثریت کے علاقہ میں اسلامی
تعلیمات کے مطابق آزادی کی فضا میں
سانس لینے کا موقعہ دیا جائے۔
اس وقت میدان سیاست میں ہندو
مسلمان کی جنگ ہو رہی ہے۔ لوگ پوچھتے
ہیں۔ کون فتحیاب ہوگا۔ علم غیب خدا کو
ہے۔ لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت
سے علی رؤس الاشہاد کہہ سکتا ہوں۔ کہ
اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور
قطعی رہبر بنا کر شیوہ صبر و رضا پر
کاربند رہیں اور اس ارشاد خداوندی
کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان
بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی
ایک طاقت یا کئی طاقتوں کا مجموعہ بھی
مغلوب نہیں کر سکتا۔ ہم تعداد میں کم
ہونے کے باوجود فتحیاب ہونگے۔ اور
اسی طرح فتحیاب ہونگے جس طرح مٹھی بھر
مسلمانوں نے ایران و روم کی سلطنتوں کے
تختے الٹ دیئے۔" از منشورات قائد اعظم ص ۸۶-۸۵

دو اہم چیزیں

قائد اعظم مرحوم کے مذکور الصدر بیان
میں دو اہم چیزیں ذکر کی گئی ہیں
(۱) پاکستان کے علاقہ میں اسلامی تعلیمات
کے مطابق آزادی کی فضا پیدا ہو جائے۔
(۲) قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی
رہبر بنایا جائے۔

پاکستان کی چابی

جن حضرات کے ذریعہ سے پاکستان
کی چابی مسلمانوں کو ملی ہے ان میں دو نام
جلی حروف میں لکھے اور پیش کئے جاتے
ہیں۔ پہلا قائد اعظم مسٹر جناح مرحوم
سب سے پہلے گورنر جنرل۔ اور دوسرے
وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں مرحوم

پاکستان بننے کے بعد

دونوں کے اعلانات

قائد اعظم کی تقریر

۱

"اگر مسلمانوں نے عزم و استقلال ایثار و
قربانی سے کام لیا۔ اور تعلیمات قرآنی پر
عمل کیا۔ تو ہم کامیاب و کامران ہوں گے"۔
زمیندار یکم نومبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ و ۲

۲

پاکستان کا آئین اسلامی اصول پر مبنی
ہوگا۔ (احسان ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۶

۳

جب ہمارے پاس مکمل ضابطۂ زندگی
قرآن موجود ہے۔ تو پھر کسی نئے قانون کی
کیوں ضرورت پڑی۔
(آزاد ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء ص ۳)

لیاقت علی خاں صاحب مرحوم

وزیر اعظم پاکستان کا اعلان

"ہم پاکستان میں اسلامی قانون رائج
کر کے رہیں گے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا۔ تو
ہمارے تمام دعاوی باطل ہو جائیں گے۔
آزاد ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۲

وزیر اعظم مغربی پنجاب کا اعلان

خان افتخار حسین صاحب وزیر اعظم پنجاب
کا اعلان ملاحظہ ہو۔ "ہر قانون کی بنیاد

اصولِ شریعت پر ہو گی۔
(زمیندار ۱۲ جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۳)

نتیجہ

مذکور الصدر اعلانوں کا یہ نتیجہ صاف ہے۔ کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو قرآن مجید کے احکام کے مطابق دستور بنانے کا حق ہے۔ اگر اس کے خلاف بنایا جائیگا تو پاکستان سے غداری۔ بانیان پاکستان سے غداری مسلمانانِ پاکستان سے غداری اور ان وعدوں سے غداری جن کی بناء پر پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

مسلمانان پاکستان کا حق

پاکستان کے مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ وہ ذمہ داران حکومت سے پُر زور مطالبہ کریں۔ کہ مملکت خداداد پاکستان کا قانون قرآن مجید کے مطابق ہونا چاہیئے۔

آپ حضرات کو تکلیف دینے کا سبب

مملکت پاکستان کے اصلی اور سچے مسلمان خواہ عوام ہوں یا خواص وہ تو سب مذکور الصدر مطالبہ سے کلیۃً متفق ہیں۔ اور وہ تہ دل سے چاہتے ہیں کہ پاکستان میں قرآن مجید کا قانون رائج ہو۔ مگر ہمارے پاکستان میں ایک بے دین اور مغربیت زدہ طبقہ ایسا بھی ہے جو اس نظریہ کا مخالف ہے۔ اسی لئے آپ حضرات کو دور دراز کا سفر طے کر کے ملتان میں تشریف لانے کی تکلیف دی گئی ہے۔

دعوت نامہ کے الفاظ

اس مبارک اجلاس میں شرکت کے لئے جو دعوت نامہ آپ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ اس کے الفاظ گوشگزار کردیتا ہوں۔ تاکہ جس غرض کے لئے آپ تشریف لائے ہیں وہ مستحضر ہو جا۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جمہور المسلمین بالخصوص علماء کرام کی مساعیِ جمیلہ سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے یہ طے کر لیا۔ کہ پاکستان میں کوئی بھی قانون ساز ادارہ کتاب و سنۃ کے خلاف قانون بنانے کا مجاز نہ ہو گا۔ یہ ایک عظیم الشان فتح ہے۔ جس سے دیندار طبقہ ملحدین کی بے پناہ طاقت کے مقابلہ میں ہمکنار ہوا اس پر ہم خداوند جل و علا کا بے غایات شکر ادا کرتے ہیں۔ اب اگرچہ کفر جہار کے نفاذ سے ملک ایک حد تک بحمد اللہ بچ گیا ہے۔ مگر آپ پر واضح رہے۔ کہ مسلمانوں کے ملک میں (جسے اسلام کے نام سے حاصل کیا گیا ہو) کفر صریح کا نفاذ فی نفسہ بہت مشکل امر تھا۔ اس کے خلاف مسلمانوں کا متحد ہو جانا اور بیک آواز اسے مسترد کر دینا ایک طبعی تقاضا تھا۔ اس لئے مخالفین تمام قوتوں اور مادی وسائل کے باوجود عامۃ المسلمین کے متحدہ مطالبہ کے مقابلہ میں شکست کھا گئے اور بالآخر ان کے علی الرغم یہ ملک اسلامی جمہوریہ بن کر رہا۔ لیکن اس پر مطمئن ہو جانا اور اسے سفر کی آخری منزل سمجھ لینا کسی طرح بھی جواز نہیں رکھتا۔ بلکہ اب اس وقت ایک عظیم الشان خطرہ سر پر ہے۔ اور اہل بصیرت کی دُور بین نگاہیں دیکھ رہی ہیں۔ کہ یہ خطرہ کسی وقت بھی حقیقت بن کر خرمن مراد کو سپردِ آتش کر سکتا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک کا بیدین اور مغربیت کا شیدائی طبقہ یہ تہیہ کر چکا ہے۔ کہ کتاب و سنت کے نام سے وہ سب کچھ بروئے کار لائیگا۔ جسے وہ لادینی ریاست بنا کر اس میں نافذ کرنے کے متمنی تھے۔ اور ہر قبیح سے قبیح تر اور ظلم سے بدتر ظلم نیز غیر اسلامی افکار و لادینی احساساتُ خیالات پر کتاب و سنۃ کا خوشنما جاذب۔ مسحور کن لیبل چسپاں کر کے اس کے عوض سادہ لوح مسلمانوں کے متاع ایمانی کو علی الاعلان لوٹا جائیگا۔

جیسا کہ قبل از وقت آپ یتیم پوتے کی وراثت کے بل اور شادی کمیشن کی رپورٹ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جس میں برخود غلط مقلدین یورپ نے (جو کتاب و سنت کے ابجد سے بھی واقف نہ تھے) مجتہدین اسلام بن کر ایسے ایسے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ کہ فطرت سلیمہ انکے سننے سے ابا کرتی ہے۔ اب اگر علماء کرام حاملین کتاب و سنت کنج عافیت میں بیٹھ کر تماشا دیکھتے رہے۔ اور خدانخواستہ اپنی ذمہ داری کے احساس سے غافل ہو کر میدان حزب مخالف کے لئے خالی چھوڑ گئے۔ اور عامۃ المسلمین کی رہنمائی کے اہم فریضہ سے پہلوتہی کر گئے۔ تو واللہ العظیم اس ملک میں اسلام کے نام سے جو کفر نافذ ہو گا۔ اس میں بلا واسطہ نہ سہی۔ بالواسطہ وہ بھی مجرم ہونگے اور خدائے واحد قہار کی گرفت سے بچ نہ سکینگے (اعاذنا اللہ وایاکم من غضب اللہ)

اللہ تعالےٰ کی امداد

حضرات۔ آپ کو معلوم ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے دین کی مدد کریگا اللہ تعالےٰ کی امداد اس کے ساتھ ہوگی۔ اللہ تعالےٰ کی امداد کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ سوائے مغربیت زدہ ایک قلیل جماعت کے مسلمانوں کی اکثریت آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

شکریہ

حضرات علماء کرام۔ آپ حضرات ہماری دعوت کو قبول فرما کر دور و دراز سے سفر کی تکلیف برداشت کر کے ملتان میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں تمام اراکینِ مجلس استقبالیہ کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

معافی

اور آپ کے قیام و طعام وغیرہ خدمات میں جو کوتاہیاں ہماری مجلس کی طرف سے ہوئی ہوں۔ ان کے متعلق سب شرکاء کار کی طرف سے معافی کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ کے اخلاق سے مجھے یقین ہے کہ آپ معاف فرما دینگے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

انعاماتِ خُداوندی کی دو قسمیں

(ازجناب فضل الرحمٰن صاحب قاصر بٹل - ہزارہ)

پہلی قسم اس قسم میں وہ انعامات شامل ہیں جو رب العالمین نے اپنی مخلوق کو (خواہ وہ خلقت کے اعتبار سے کسی درجہ میں بھی ہو) بغیر اس کی طلب اور تقاضا کے عطا کر رکھے ہیں - ان میں ہر کس و ناکس بلا امتیاز مذہب و ملّت - بلا قید نیک و بد برابر کا حصہ دار ہے - ان انعامات کی تقسیم میں نہ عمل کا لحاظ ہے نہ کردار کا پاس۔ بس یوں سمجھئے کہ روز اوّل سے اک لگاتار بارش ہے جو گل و گوبر پر برابر برس رہی ہے - اگر ہم جسمانی ساخت کے اندر دیکھیں تو اس اجمال کی تفصیل خود بخود سامنے آجاتی ہے - کہ خدا کی عطا کردہ وہ نعمتیں جو کان - آنکھ - ناک - دل و دماغ - ہاتھ اور پاؤں - کی صورت میں ہمیں حاصل ہیں . . . . ایسی ہیں جن میں خُدا کے صالح بندے اور سرکش انسان ایک ہی سطح اور ایک ہی درجہ میں ہیں - اور ہر درجہ اور ہر مسلک کے افراد کو یہ تمام اکرامات وہبی طور پر حاصل ہوئے ہیں - نہ کسی نے ان کو حاصل کرنے میں کوئی دقّت اُٹھائی ہے - اور نہ ہی کسی انسان نے باری تعالےٰ سے ان کرم فرمائیوں کا تقاضا کیا ہے - انسان اپنی خلقت کے اعتبار سے تو اتنا عاجز ہے کہ خدا سے کوئی تقاضا رکھنے کا تو اسے کوئی حق پہنچتا ہی نہیں - لیکن سوال آرزو اور تمنّا کے طور پر بھی بنی نوع انسان نے اعضائے جسمانی کی ضرورت اور اس کے احساس کا اظہار نہیں کیا - اگر انسان اپنی ابتدا پر غور کرے تو یہ تسلیم کر لینا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ ہماری طلب مانگ اور خواہش کے بغیر اگر رب مخلوقات نے ہمیں اعضائے بدنی سے نوازا ہے - تو اس کی یہ عنایت واقعی اعلےٰ درجے کا اک انعام ہے - لیکن اس کے علاوہ بھی کئی کرم ایسے اور عام ہیں - جن کے حصول میں انسان کی خواہش اور چاہت کو کوئی دخل نہیں - یوں تو کائنات کا ہر ذرّہ نوع انسانی کے لئے مفید اور افادیت کے اعتبار سے بمنزلۂ نعمت ہے - لیکن ہوا اور پانی کی افراط اور فراوانی پر اگر ہم سوچیں تو یہ چند در چند انعامات بھی اس قدر اہم اور عام ہیں جن کے بغیر ہماری زندگی پل بھر میں موت سے بدل سکتی ہے -

اس میں شک نہیں کہ اس عام انعام سے غیر انسانی مخلوق بھی بہرہ مند ہے - اور انسان کے دوش بدوش وہ مخلوق بھی اس سے مستفید ہو رہی ہے -

لیکن بات یہ ہے کہ انسان اپنی خداداد عقل و فہم کی بنا پر مکلّف بنا کر پیدا کیا گیا ہے - اور غیر انسانی مخلوق میں (باستثنائے جنّ) بر بنائے فطرت تکلیف کا مادہ نہیں رکھا گیا اس واسطے انسان حیات بعدالموت میں دنیا کی زندگی کا جوابدہ ٹھہرایا گیا ہے - اور دوسری مخلوق دولت عقل سے محرومی کے سبب آخرت کی زندگی اور ہر قسم کی باز پرس سے آزاد رکھی گئی ہے -

دوسری قسم یہ وہ انعامات ہیں جو مشروط و مخصوص ہیں - اور بنی نوع انسان کے ان افراد کا حصّۂ خاص ہیں - جو دُنیا کی زندگی میں ہر قدم پر خدائی چراغ اپنے ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں - جو یادِ خداوندی کو صرف مسجد کے کونوں یا تسبیح کے دانوں تک ہی محدود نہیں کرتے - بلکہ ان کے یقین میں ذکر الٰہی کا دائرہ اتنا وسیع و عریض ہوتا ہے کہ وہ نجی خانگی اور انفرادی معاملات سے لے کر اجتماعی اور عالمی حالات کی ہر نقل و حرکت میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں - وہ عمل کی دُنیا میں کوئی قدم اُٹھانے سے پہلے ہی باری تعالےٰ کو (صرف اللہ اللہ کر کے یاد کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ) یوں یاد رکھتے ہیں - کہ اس اُٹھتے ہوئے قدم کے بارے میں اُس کی ہدایت کیا ہے؟ پھر اگر اپنے اقدام کو وہ ہدایتِ ایزدی کے خلاف پاتے ہیں تو قدم روک کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں - اگر موافق پاتے ہیں تو آگے بڑھتے ہیں - اور اس ہمّت اور استقلال سے بڑھتے ہیں کہ مخالفت کی کوئی ہوا اور مخاصمت کی کوئی رکاوٹ انہیں روک نہیں سکتی -

مختصر یہ کہ ان کی زندگی "من چاہی" زندگی نہیں ہوتی بلکہ "خدا چاہی" زندگی ہوتی ہے - وہ ذکر الٰہی اور یادِ خداوندی کا حق ادا کرتے ہوئے صرف اسی راہ پر چلتے ہیں جن پر چلنے کی خدا اجازت دیتا ہے - وہ ہر لمحہ خدا کو یاد رکھ کر صرف اسی راہ کو ترک کر دیتے ہیں جس پر چلنے سے وہ روکتا ہے - جب یہ خوش قسمت یاد کے اس رنگ میں خدا کو یاد کرتے ہیں - تو رحیم و کریم ان کو بھی یاد کرتا ہے -

ایک سوال اور اُس کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کو زندگی کے میدان میں بصورت مذکور یاد نہ رکھنے والے انسانوں کو خداوند تعالیٰ بھول جاتا ہے - کیا غافل قسم کے انسان خدا کے احاطۂ نظر و علم سے نکل جاتے ہیں! حاشا و کلّا - ہرگز نہیں!

جواب یہ ہے کہ انسان تو انسان ادنےٰ قسم کی کوئی مخلوق چرند، پرند، درند اور کیڑا مکوڑا بھی ایسا نہیں جو بسبب لغزش ربّ کریم کی یادداشت سے باہر ہو جائے خدا کی عام نظرِ کرم تو (خواہ اُسے یادداشت کہیں یا نگہداشت) ہمہ اوقات - ہر مخلوق پر خواہ وہ جمادات یا نباتات کی قسم سے ہو یا حیوانات کی قسم سے لگی رہتی ہے - یہ وہی "رحمانی التفات" ہے جس کو دوسرے لفظوں میں خدا کا عام انعام کہا جا سکتا ہے - اور یہ وہی انعام ہے جو خدا اپنے ہر باغی و طاغی کو بھی اسی مساوات کے ساتھ دے رہا ہے - جس درجہ میں اپنے ایک مطیع و فرمانبردار بندے کو دیتا ہے - باقی رہا یہ سوال کہ خدا کی طرف سے اپنے نیکوکار اور وفادار بندوں کو یاد کرنے کا خصوصی اعلان کیوں کیا جا رہا ہے - اصل بات یہ ہے کہ ہم کسی سوال و اشکال پر دینی اور ایمانی نقطہ نظر سے غور و فکر کرنے کے عادی نہیں۔ سوالات اکثر پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں - لیکن ہم یا تو ان کو اپنی جہالت کے پردوں میں چھپا لیتے ہیں یا شیطانی فہم کے زور سے دبا لیتے ہیں -

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اطمینان و سکون سے محروم رہ کر حیرت و تاسف میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں -

جو اہل حق قرآن کو صرف پڑھنے ہی کی خاطر نہ بلکہ اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی غرض سے پڑھتے ہیں - وہ پڑھتے ہیں تو محض اپنی سمجھ اور بوجھ کے بھروسہ پر نہیں پڑھتے - بلکہ محمدی عینک

کی مدد سے پڑھتے ہیں۔ وہ پڑھ کر فرفر آگے نہیں نکل جاتے بلکہ تدبّر اور تفکّر میں وقت لگا کر پڑھتے ہیں۔ قرآن کو ان رعایتوں سے پڑھنے والے مانتے ہیں کہ باری تعالےٰ کا یہ ارشاد فاذکرونی اذکرکم وَاشکرُونی وَلَاتَکفُرُون۔

ترجمہ۔ پس تم مجھے یاد کرو میں
تمہیں یاد کروں گا۔ اور میری دی
ہوئی نعمتوں پر میرا شکریہ ادا کرو۔
اور ناشکری نہ کرو۔

اُنہی دو قسم کے انعاموں کا آئینہ دار ہے۔ جن کا تفصیلی ذکر اُوپر گزر چکا ہے۔ یہاں مزید اگر کوئی تفصیل و توضیح ہوسکتی ہے تو اسی قدر کہ آیت کے پہلے حصّہ فَاذکرونی اذکرکم میں اعلان ہوتا ہے کہ اگر خدا کے مرتب کردہ پروگرام (قرآن) پر عمل پیرا ہونے کا التزام کیا گیا تو وہ تمام نعمتیں اور رحمتیں ہمارے حصّہ میں میں آئیں گی جن کی ضرورت و اہمیّت کا ہمیں احساس اور جن کے حصول کی ہمارے دل میں تڑپ ہے۔ یہ انعام و اکرام گو مخصوص و مشروط ہیں۔ لیکن پھر بھی اس قدر وسیع و لامحدود ہیں کہ بیک وقت دُنیا و آخرت کی زندگی کو محیط۔ یہ وہ عنایتیں اور بخششیں ہیں جو ہدایت خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے صلہ میں ہاتھ آتی ہیں۔ اور جن کو ہم دُنیا میں دولت۔ عزت۔ حکومت اور آزادی یا عروج اور ترقی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور آخرت میں یہی انعام نجات اور مغفرت کی صورت میں ہمیں حاصل ہوگا۔ انشاء اللہ

دوسرے حصّہ واشکرونی ولاتکفرون میں توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان خاص انعامات کے اعلان کی صداقت پر یقین کرنے میں اگر کسی شک و شبہ میں مبتلا رہے تو اسے چاہیئے کہ وہ زیادہ نہیں تو کم ازکم اپنے اعضائے بدن اور قوائے جسمانی پر غور کرے اور سوچے۔ اگر سچّے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز اُس کے حق شناس کانوں میں پڑے۔ کہ ربّ کریم کا یہ دین بغیر کسی لین کے حاصل ہُوا ہے۔ تو پھر انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ وہ حق شکرگزاری ادا کرے۔ ناشکری اور ناقدری نہ کرے۔ جس کی سبیل یہ اور صرف یہ ہے کہ ان خاص انعامات کے اعلان کی صداقت پر آمنا و صدقنا پکار اُٹھے۔

لیکن یہ جبھی ہوگا کہ ہمارے سینوں میں اسلامی نور دماغوں میں قرآنی نور ہوگا یہاں تو بدقسمتی سے ہماری حالت یہ ہو رہی ہے کہ پہلے تو ہم اکثر خدا کی نازل کردہ اس ہدایت سے تجاہل و تغافل اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جو قرآن کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر اگر تھوڑے بہت ہم اس سے باخبر یا متعلق ہیں تو بس اسی درجہ میں کہ "علم برائے علم" سے بڑھ کر کوئی ٹھوس قدم اُٹھانا ضروری سمجھتے ہی نہیں۔

پہلے طبقے کو (جو قرآن میں تحقیق اور تعلیم سے منہ موڑے پھرتا ہے) ارباب مخلوقات نے چوپایوں اور ڈانگروں سے تشبیہہ دی ہے۔

اور دوسرے طبقے کی (جو باوجود علم و تحقیق کے عمل سے دل برداشتہ رہتا ہے) مثال ایک گدھے سے دی ہے۔ جس پر بوجھ لدا ہوا ہو اور وہ نہ جانتا ہو کہ میرے اُوپر بوجھ میں کیا کچھ ہے۔ ان دونوں طبقوں کو ایک ہی نام سے یاد کرنے کے لئے خداوند کریم نے ضالین کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ خدا ہمیں ضالین کے رستہ سے بچائے۔ اور توفیق بخشے کہ اس راہ پر چل سکیں جو صراط مستقیم کے نام سے قرآن میں ذکر کی گئی ہے۔ جو اُن انبیاء اولیاء اور صلحاء کی راہ ہے۔ جن پر خداوند معزّ نے خصوصی انعام فرمائے ہیں۔ آمین یا الہٰ العالمین

بقیہ
الخشوع والخضوع فی الصّلوٰۃ

صفحہ ۱۶ سے آگے

اس لئے ہابیل نہ سمجھ سکا کہ اپنے بھائی کی نعش کو کیا کرے؟ اور کدھر کرے؟ اتنے میں بحکم ایزدی دو کوّے نمودار ہوئے۔ ایک نے دوسرے کو مارا اور پھر زمین کھود کر دفن کر دیا۔ ہابیل اپنے بھائی قابیل کی نعش کندھے پہ اُٹھائے جب یہ سب کچھ دیکھ چکا تو اپنے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ زیادہ نہیں تو مجھے بھی کوّے کی طرح اپنے بھائی کو دفن تو کر دینا چاہیئے۔

فبعث اللہ غرابًا یبحث فی الارض لیریہٗ کیف یواری سوءۃ اخیہ قال یا ویلتا اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب فاواری سوءۃ اخی
(سورہ مائدہ رکوع ۵)

پھر اللہ رب العزۃ نے ایک کوّا (ہابیل کی تعلیم کے لئے) بھیجا جو زمین کریدتا تھا۔ تاکہ اُسے دکھلاوے۔ (یعنی سکھلاوے اور تعلیم دے۔ کہ کس طرح چھپاتا ہے۔ اپنے بھائی کی لاش کو، وہ بولا اے افسوس مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوّے کے برابر ہوں۔ سو چھپاؤں اپنے بھائی کی لاش۔

یہ کہ انسان کا کسی کو کوئی کام کرتا دیکھ کر ویسا کرنا اگر صحیح، مستحسن اور اچھے طریقہ اور اعتدال سے ہو تو اسے دین اسلام اتباع و اطاعت کا نام دیتا ہے جو انسان کی فلاح و بہبودی کے لئے ضامن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی نے فرمایا۔ "صلوا کما رائتمونی اصلی" (دیکھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔ تم بھی بعینہٖ ویسے نماز ادا کیا کرو) اسی کو شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات اسلام، تسلیم، حکمبرداری تابعداری اور فرمانبرداری سے تعبیر فرماتی ہے۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم الایۃ (سورہ نساء رکوع ۹)

بقیہ احادیث الرسولؐ

(صفحہ ۷ سے آگے)

سے نقل کی یہ دارمی نے۔

عَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُسِرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰی کَانَ وَجْهُهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَکُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

ترجمہ:- اور روایت ہے کعب بن مالک سے کہا کہ تھے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش کئے جاتے روشن ہوتا چہرہ مبارک آپ کا یہاں تک کہ چہرہ مبارک ٹکڑا ہے چاند کا اور تھے ہم پہچانتے اُس کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت خوش ہیں۔ بسبب مشاہدہ تازگی اور روشنائی چہرہ مبارک کے اُن کے حاصل اس جملہ کا یہ ہے۔ کہ یہ پہچانتا مجھی کو خاص نہ تھا۔ بلکہ ہم سب پہچانتے تھے نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے

عہ فی الکشاف ص ۳۴۲ ج ۱ لیریہ اللہ الغراب ای لیعلمہٗ لانہ لما کان سبب تعلیمہ فکانہٗ قصد تعلیمہ علیٰ سبیل المجاز ۱۲ منہ غفرلہٗ ولوالدیہ ولاساتذتہ۔

الخشوع والخضوع فی الصلوٰۃ

(از مولینا جار اللہ صاحب خیرپور ٹامیوالی (بہاولپور))

(۴)

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین۔ مورخہ ۵ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

خشوع قلبی کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟

(صحیح تعلیم، اہل اللہ کی صحبت کاملہ سے

اللہ تبارک و تعالےٰ نے ہر انسان کی تخلیق فطرت سلیمہ پر کی ہے۔ ہر انسان کے دل میں خدائے بزرگ و برتر نے خِلقۃً قبول حق اور میلان الیٰ صراط مستقیم کی استعداد ودیعت رکھی ہے۔ لیکن انسان کی غفلت شعاری اسے فاسد کر دیتی ہے۔

(عن ابی ھریرۃؓ) ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ۔

مشکوٰۃ شریف ص۲۱ بحوالہ بخاری و مسلم)

کوئی بچہ نہیں۔ مگر وہ فطرت اسلام پر پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے والدین یعنی (اس کی تعلیم تربیت کے متولی) اسے (غلط تعلیم اور غلط صحبت کے سبب یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (عن ابی ہریرۃؓ)

فطرت اللہ ہر انسان کو جسمانی زندگی کے ساتھ ساتھ قلبی و روحانی زندگی اور وجدان سلیم کی دولت بھی بخشتی ہے جو اسے یقین دلاتی ہے کہ عالم ہستی کے لئے ایک رب العالمین پروردگار حقیقی و قیوم اور منتظم موجود ہے جس کی کارسازی اور پروردگاری سے یہ کارخانہ وجود و ہستی اس غایۃ نظم و نسق سے چل رہا ہے۔ ہر انسان اسی ہی کے اصول و احکام پر پابند رہ کر اپنی روحانی قوتوں اور صلاحیتوں کو برقرار رکھ سکتا ہے اور اپنے مقصود و منتہیٰ یعنی آخرت کی دائمی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک محال امر ہے کہ ارضی کائنات کا یہ بہترین مخلوق فقط اس لئے پیدا کیا گیا ہو کہ وہ چند یوم جی کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کے آغوش میں سو جائے۔ ضروری ہے کہ اس اعلےٰ و برتر مخلوق کی تخلیق کا کوئی ایسا اعلےٰ و برتر مقصد ہو کہ جس کے سبب وہ علیین کے مقام تک رسائی پا سکے۔ وہ مقصد عظمےٰ اللہ واحد و قدوس کی بندگی و عبادت ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ــــ تاکہ قانون مجازات (یعنی قانون جزا و سزا) کی رو سے اس چند روزہ زندگی کے اختتام پر اپنے اچھے یا بُرے اعمال کے نتائج و خواص دیکھ لے۔

ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین آمنوا وعملوا الصلحٰت سواءً محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون و خلق اللہ السمٰوات والارض بالحق لتجزیٰ کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون (سورۃ الجاثیہ رکوع ۲)

کیا برائیاں کمانے والے (لوگ) یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم ان کو (موت کے بعد اور آخرت کی زندگی میں احساناً و مراتب علیا سے نواز کر اپنے) ان (بندوں کی طرح کر دیں گے جو یقین لائے اور (انھوں نے) اچھے عمل کئے؟ (تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ) ان کا جینا اور مرنا ایک سا ہو۔ (اگر ان لوگوں نے ایسا گمان کر رکھا ہے) تو بہت بڑا دعویٰ ہے جو انہوں نے کیا۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ) خدا نے آسمان و زمین کو بمقتضائے حکمت (اس واسطے) پیدا کیا۔ تاکہ ہر نفس اپنی کمائی کا بدلہ پائے (پورا پورا بدلہ اور) ان پر (کسی قسم کا) ظلم نہ ہو۔

قانون فطرت کی ہمہ گیری

فیاض مطلق کی فیاضی کا یہ اصول ہے کہ جب وہ کسی کو زندگی و وجود کی دولت بخشتا ہے۔ تو اس کے بقا کا سرو سامان اور ضروریات بھی مہیا کرتا ہے۔ اور اسے مربی ہونے کی حیثیت سے ایسا کرنا ہی چاہیئے۔ لہذا جس طرح اس نے جسمانی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروریات زندگی مہیا فرمائی ہیں۔ اسی نے اپنے قانون فطرت کی ہمہ گیری اور عالمگیری کی رو سے روحانی زندگی کو قوت پہنچانے اور اس کے بقا کے لئے بھی سرو سامان اور ذرائع مہیا فرمائے ہیں آخر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ پروردگار حقیقی اپنی ربوبیت اور فیضان رحمت سے ایک چھوٹے سے چھوٹے کیڑے کی پرورش کے لئے تمام کارخانۂ زندگی و حیات سرگرم اور مو عمل رکھے۔ لیکن ارواح انسانی کی پرورش کے لئے اس کے پاس کوئی قانون قاعدہ اور نظام نہ ہو؟ کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ شادابیوں سے محروم زمین کو ابر رحمت بھیج کر سرسبز و شاداب بنا دے۔ ہر طرف پھیلی ہوئی موت ہی موت کو زندگی میں تبدیل کر دے۔ لیکن افسردہ روحوں اور مردہ دلوں کو وحی و رسالت کی برسات سے یکسر محروم رکھے؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ اس کے پاس دونوں کے لئے ایک ہی قانون ہے وہ زمین کی شادابی کے لئے برسات لاتا ہے۔ تو وہی ہی عالم انسانیت کی شقی و بدبخت روحوں کے لئے وحی و رسالت کی باراں لا کر ایک ایک روح کو فلاح و سعادت، رشد و ہدایت اور دائمی زندگی و حیات کا پیام دیتا ہے

و من آیاتہٖ انک تری الارض خاشعۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت و ربت وان الذی احیاھا لمحی الموتیٰ انہٗ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ (سورہ حٰم السجدہ رکوع ۵۔

اس کی (قدرت کارسازی اور فیضان رحمت کی) نشانیوں سے یہ ہے کہ تو زمین کو (سرسبزی و شادابی سے محروم) دبی پڑی دیکھتا ہے (ہر جانب افسردگی اور موت کے آثار نظر آتے ہیں) پھر جب ہم نے اس پر پانی اُتارا۔ تروتازہ ہوئی (اور بارونق و قابل دید حالت میں) اُبھری۔ بیشک جس نے اس (مردہ) زمین کو زندہ کیا۔ وہ بے جان (اجسام، افسردہ ارواح اور مردہ دلوں کو از سرنو) حیات تازہ بخشنے والا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

لیکن جب کوئی انسان زندگی و بقا کی تدابیر سے اعراض کر لیتا ہے۔ تو قانون ایزدی اسے زندگی کے حقوق سے محروم کر دیتا ہے ویسے ہی جب کوئی انسان حق کی روشنی سے

جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ تو اس کے سامنے فقط باطل کا گھٹا ٹوپ اندھیرا اور تاریکی ہی تاریکی رہ جاتی ہے۔ اس پر حق کے سننے حق و باطل کی تمیز اور قبول حق کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ وہ کان رکھتا ہے۔ لیکن حق نہیں سن سکتا، آنکھ رکھتا ہے۔ لیکن امتیاز حق و باطل سے عاری ہے۔ زبان رکھتا ہے۔ لیکن حق بولنے سے عاجز ہے۔ عقل سے دنیاوی اچھی یا بری چیز کے متعلق رائے قائم کر لیتا ہے۔ لیکن اس میں حق پرکھنے کی بصیرت و توفیق نہیں
صم بکم عمی فھم لا یعقلون (سورۃ البقرۃ رکوع ۲)

روحانی زندگی کے بقا اور نشوونما کا سازوسامان

قرآن (یعنی صحیح تعلیم۔ نبوت (یعنی صحبت کاملہ)

قرآن:- یہ وہ مقدس اور سچی کتاب ہے جسے صانع فطرت، خدائے بزرگ و برتر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے بندوں کی صحیح تعلیم اور ان کی روحانی زندگی کے نشوونما کے لئے نازل فرمایا۔ یہ پاک کتاب ہے اس شخص کے لئے جو اس پر خلوص و اعتقاد سے کاربند اور عامل ہو۔ دنیا و آخرت کی فلاح و بہبودی اور سعادت کی راہیں کھول دیتی ہے۔

الٓمٓ ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون - والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون (سورۃ البقرۃ رکوع ۱)
الٓمٓ تلک اٰیات الکتاب الحکیم ھدی و رحمۃ للمحسنین الذین یقیمون و یوتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون
سورہ لقمان رکوع (۱)

الٓمٓ۔ اس کتاب میں کچھ شک نہیں، ڈرنے والوں کو راہ بتلاتی ہے (ڈرنے والے کون ہیں؟) بن دیکھی چیزوں کا (محض اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالیہ کی وجہ سے) یقین کرتے ہیں اور نماز کو (پابندی اوقات اور خشوع خضوع سے) قائم رکھتے ہیں) ہمارے دیئے ہوئے رزق سے (راہ خدا) میں خرچ کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر جو کچھ نازل ہوا تجھ سے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) پہلے اور (موت کے بعد کے حالات اور واقعات یعنی) آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل) ہدایت پر ہیں اور وہی (دنیا و آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں۔

الٓمٓ۔ یہ کتاب حکیم کی (حکمت و دانائی رشد و ہدایت سے لبریز باتیں ہیں۔ (یہ کتاب سرچشمہ) ہدایت مہربانی ہے۔ نیکی کرنے والوں کے لئے (محسنین کون ہیں؟) جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت (کی زندگی پر) ان کو یقین ہے۔

قرآن گزشتہ امم کے واقعات و احوال بیان کرتا ہے تاکہ ہم عبرت حاصل کریں۔ انذار و تبشیر کے لئے قیامت، دوزخ، جنت، سے متعلق احوال کا تذکرہ کرتا ہے تاکہ ہم برائیوں سے دامن بچا کر بھلائیوں اور نیکیوں میں سبقت لے جانے کی سعی بلیغ کریں۔ فقط یہی ایک کتاب ہے۔ جس پر عمل کر کے ہم آخرت کی دائمی زندگی رشد و ہدایت اور دنیا و آخرت کی سعادتیں پا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی کتاب میں حق اور صراط مستقیم کی تلاش محض گمراہی و ضلالت ہے دنیا میں تبلیغ و دعوت کی جتنی بھی صدائیں بلند ہوں ان میں سے ہدایت کی تبلیغ و صدا وہی ہے جو اس پاک قرآن کی طرف بلائے۔

عن الحارث (من قولہ) کتاب اللہ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم ھو الفصل لیس بالھزل من ترکہ من جبار قصمہ اللہ ومن ابتغی الھدی فی غیرہ اضلہ اللہ ھو حبل المتین وھو الذکر الحکیم ھو الصراط المستقیم ھو الذی لا تزیغ بہ الاھواء ولا تلتبس بہ الالسنۃ ولا یشبع منہ العلماء ولا یخلق عن کثرۃ الرد ولا تنقضی عجائبہ ھو الذی لم تنتہ الجن اذ سمعتہ حتی قالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فاٰمنا بہ من قال بہ صدق ومن حکم بہ عدل ومن دعی الیہ ھدی خذھا الیک یا اعور
ترمذی ج ۲ ص ۱۱۴ ۔ دارمی ص ۴۲۵ ۔ مشکوٰۃ ص ۱۸۶

(حضرت حارث اعورؓ سے مروی ہے) (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اللہ نے کتاب میں تم سے پہلی (امتوں کی خبر ہے۔ تاکہ تم عبرت پکڑو) اور تمہارے بعد (یعنی قیامت وغیرہ کی خبر ہے تاکہ تم ڈرو) اور تمہارے آپس کے (سیاست اور عبادت سے متعلق امور کے) احکام ہیں، قرآن حق فاصل ہے باطل نہیں جس متکبر نے اسے (عمل کے لحاظ سے) چھوڑا خدا اسے ہلاک کرے۔ جس نے قرآن کے غیر میں ہدایت ڈھونڈی وہ گمراہ ہے۔ وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے وہ باحکمت ذکر ہے وہ سیدھی راہ ہے (جس پر ہر انسان کو کاربند رہنا لازمی ہے) اس کی اتباع کے سبب خواہشات حق سے باطل کی طرف نہیں کج ہوتیں اور اس سے زبانیں ملتبس نہیں ہوتیں اور اس سے علماء حق سیر نہیں ہوتے وہ پرانا محسوس نہیں ہوتا۔ بار بار پڑھنے سے اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔ وہ ایسا ہے کہ جب جنوں نے سنا تو نہ رکے۔ یہاں تک کہ کہا "بیشک ہم نے عجب قرآن سنا جو ہدایت و رشد کی راہیں کھول دیتا ہے۔ لہٰذا ہم اس (قرآن) پر ایمان لائے (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ جس نے اس کے موافق کہا۔ سچ کہا۔ جس نے اس پر عمل کیا اسے اجر و ثواب دیا جائے گا۔ جس نے اس کے مطابق احکام جاری کئے اس نے عدل کیا۔ جس نے اس کی طرف بلایا اُسے سیدھی راہ دکھائی گئی۔

تعلیم اور سیاست کا اثر ماحول پر

فطرت انسانی کی یہ ایک بہت بڑی خاصیت ہے کہ وہ ابتداء آفرینش ہی سے نقال واقع ہوا ہے۔ اس دنیا میں آنے کے بعد جوں ہی وہ ہوش سنبھالتا ہے۔ نقل پر زور دیتا ہے۔ وہ جیسا اپنا گرد و پیش پاتا ہے۔ ویسا بننے کی کوشش کرتا ہے جیسا کسی کو بولتا دیکھتا ہے اسی طرح بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے رہنے سہنے کا وہی طرز و طریق اختیار کرتا ہے جو اس کے پاس رہنے والوں میں رائج ہے۔ حتیٰ کہ ہر انسان کا مزاج اور شعور و فکر بھی ماحول سے متاثر ہو کر اسی کے سانچہ میں ڈھلتا ہے انسان کی تمامتر تعلیم و تعلم کا دار و مدار اسی نقالی پر ہے۔ اگر وہ فطرتاً نقال واقع نہ ہوتا تو اس راستہ میں اُسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد بھی شاید مقصود تک رسائی نصیب نہ ہوتی
قرآن مجید نے بھی سیکھنے سکھانے کا یہی کامیاب طریقہ بتایا ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ اللہ رب العزت نے تمہیں بھی ایسے تعلیم دی جبکہ ہابیل نے اپنے بھائی قابیل کو قتل کیا۔ چونکہ صفحہ ہستی پر یہ سب سے پہلی موت تھی

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یسلک طریقا فیتبعہ احد الا عرف انہ قد سلکہ من طیب عرفہ او قال من ریح عرقہ رواہ الترمذی

اور روایت ہے جابر سے یہ کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چلتے کسی راہ میں پس پیچھے آیا ہو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی مگر پہچان لیتا وہ شخص کہ آنحضرتؐ تحقیق تشریف لے گئے ہیں اس راہ سے بسبب خوشبوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعرف عین کے زبر اور جزم سے اور پھرف ہے آخر میں یعنی بوئے خوش وناخوش کے لیکن اکثر اطلاق اُس کا بوئے خوش پر آتا ہے جس راہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے۔ متکیف ہوتی تھی ہوا اُس راہ کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے اور وہ راہ معطر ہوتی تھی۔ اس سے پس پہچان لیتا تھا پیچھے آنے والا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ سے تشریف لے گئے ہیں) اور یہ خوشبو ذاتی حضرت کی تھی یا کہا جابرؓ نے (یعنی بجائے من طیب عرفہ کہ ف سے ہے من ریح عرقہ قاف سے) نقل کی یہ ترمذی نے (یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق کی خوشبو سے یہ حال ہوتا تھا اور یہ شک راوی کا ہے اور نقل دونوں کا ایک ہی ہے)

عن ابی عبیدۃ بن محمد بن عمار بن یاسر قال قلت للربیع بنت معوذ بن عفراء صفی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت یا بنی لو رایتہ رایت الشمس طالعۃ رواہ الدارمی۔

ترجمہ:- اور روایت ہے ابی عبیدہ بیٹے محمد بن عمار بن یاسر کے سے کہ کہا میں نے واسطے ربیع بیٹی معوذ بن عفراء صحابیہ کے کہ بیان کر تو ہمارے لئے صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہا اے بیٹے میرے اگر دیکھتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دیکھتا تو آفتاب کو نکلا ہوا یعنی ایسا دبدبہ اور جلال اور نورانیت رکھتے تھے۔ کہ گویا آفتاب ہے نکلا ہوا نقل کی یہ دارمی نے

عن جابر بن سمرۃ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان فجعلت انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی القمر وعلیہ حلۃ حمراء فاذا ھو احسن عندی من القمر رواہ الترمذی والدارمی

ترجمہ:- اور روایت ہے۔ جابر بن سمرۃؓ سے کہا کہ دیکھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں پس ہوا میں کہ کبھی نگاہ کرتا تھا۔ طرف جمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کبھی دیکھتا طرف چاند کے اور حضرت پر تھا۔ جوڑا سرخ یعنے اُس میں خط سرخ اور سفید تھے۔ پس ناگہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوبصورت تھے۔ نزدیک میرے یعنے میری نظر اور اعتقاد میں چاند سے یعنی بسبب زیادتی حسن معنوی کے اور جابرؓ نے جو کہا نزدیک میرے یہ واسطے ظاہر کرنے استلذاذ ذوق اپنے کے کہا والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احسن تھے چاند سے واقع میں اور سب مجنون کے نزدیک نقل کی یہ ترمذی اور دارمی نے

عن ابی ھریرۃ قال ما رایت شیئا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ وما رایت احدا اسرع فی مشیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانما الارض تطوی لہ انا لنجھد انفسنا وانہ لغیر مکترث رواہ الترمذی

ترجمہ:- اور روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ کہا نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز بہتر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے گویا کہ آفتاب جاری ہے اُن کے چہرہ مبارک میں اور نہیں دیکھا میں نے کسی کو بہت تیز رو ہو راہ چلنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ سب سے زیادہ جلد چلتے تھے۔ گویا کہ زمین لپٹی جاتی تھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحقیق ہم البتہ کوشش میں ڈالتے تھے اپنے نفسوں کو اور تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے۔ پرواہ کرنے والے نقل کی یہ ترمذی نے یعنی تکلیف بے پروا باآسانی بطور خود چلتے اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے تھا۔ کہ اور لوگ دوڑتے اور مشقت کھینچتے اور ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ پہنچتے اور وہ باآسانی اور بے تعب آگے سب سے چلتے

عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم رای کالنور یخرج من بین ثنایاہ رواہ الدارمی۔

ترجمہ:- روایت ہے ابن عباس سے کہا کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ آگے کے دو دانتوں کے یعنے ان دانتوں میں کچھ فرق تھا دانتوں کے نام ہیں وہ دو دانت آگے کے اوپر کے اور نیچے کے جو ہیں اُن کو ثنیاں اور ثنایا کہتے ہیں بلفظ تثنیہ اور جمع اور دو دانت کہ اُن کے دونوں طرفوں میں ہیں اُن کو رباعیات رے کے زبر سے کہتے ہیں اور ظاہر عبارت حدیث کی یہ ہے کہ یہ فرق اوپر کی ثنیین میں بھی تھا اور نیچے کے میں بھی نہ مخصوص اوپر ہی کے ثنیین میں جب کلام کرتے آنحضرت دیکھا جاتا کچھ مانند نور کے کہ نکلتا ہے آگے کے دانتوں

(باقی صفحہ ۴۰ پر)

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے)

بیٹھ کر وضو فرمایا کرتے تھے۔ چارپائی کے پاس رکھوائی۔ اور مجھے فرمایا اس پر بیٹھ جائیں۔ اور میری داڑھی میں ہاتھ سے خلال کرنا شروع کر دیا۔ زبان سے کچھ نہیں فرمایا میں نے یہ سمجھا کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ اب داڑھی کترانی چھوڑ دو۔ میں ان دنوں قبضہ سے اوپر داڑھی کتروایا کرتا تھا۔ اور قبضہ سے اوپر کتروانے کو اب بھی جائز سمجھتا ہوں۔ شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے ترمذی شریف کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ والمختار ان لا یؤخذ منہا شیئا

ترجمہ:۔ پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ اس کو (یعنی داڑھی) کو کسی طرف سے نہ چھیڑا جائے

اس کے بعد میں نے کتروانا چھوڑ دیا ان کا تربیت کا طریقہ یہ تھا۔ منہ سے کچھ نہ فرماتے تھے۔ حضرت امروٹیؒ جلالی مزاج تھے۔ وہ فرما دیا کرتے تھے۔ خلافت کے زمانہ میں ایک بڑے عالم کے متعلق فرمایا کہ حضورؒ اس سے ناراض ہیں داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھ کر انگریز سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک گولی پہلے چلا دو۔ اس کے بعد صوبہ سندھ سے تمہیں نہ نکال دوں تو مجھے سید کا تخم نہ کہنا۔ انگریز خدا شناس تو نہ تھا۔ لیکن مردم شناس ضرور تھا اس لئے وہ ٹل گیا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اگر اعلان جہاد ہو گیا تو بلوچستان کے بلوچ اور یاغستان کے پٹھان سب آئیں گے۔ اور اس طرح لگی ہوئی آگ پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ ایسوں کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے۔

اصلاح حال کی علامتیں یہ ہیں۔ کہ طبیعت میں نہ شیخی رہے۔ اور نہ شوخی رہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ نفیس تریں کھانا ہو۔ اور قیمتی سے قیمتی لباس ہو۔ اور شاندار کوٹھی ہو۔ تاکہ لوگوں میں عزت ہو ادھر سے دل مر گیا ہے۔ اور ان چیزوں سے سرد مہری برتتا ہے۔ تو سمجھئے کہ اصلاح حال ہو چکی ہے۔ اصلاح حال نہ ہو۔ تو یہ بیماری رہتی ہے۔ بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ وہ دین کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ ان کے حق میں دل سے دعا نکلتی ہے۔ کہ اے اللہ ان کو اور دے۔ ؏

چیست دنیا از خدا غافل بودن

عام طبیعتیں اس قسم کی ہوتی ہیں۔ کہ دولت آئی تو خدا بھول گیا۔ دینداری کا یہ مطلب نہیں کہ کنگال بن کر رہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ کہ دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک تو یہ دعا کرتا ہے۔ اللھم اعط منفقا خلفا۔

ترجمہ:۔ (اے اللہ اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے کو اور دے)

دوسرے کہتا ہے۔ اللھم اعط ممسکا تلفا ترجمہ:۔ (اے اللہ بخیل کی دولت کو ضائع کر دے)

دولت خرچ تو ضرور ہوگی۔ انسان اگر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے گا۔ تو اللہ کی مرضی کے خلاف خرچ ہوگی۔ بعض بدبخت ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ پہلے ایک رنڈی رکھی ہوئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اور دولت دے دی تو دو رکھ لیں۔

قرآن میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (سورہ الشعراء رکوع ۵ پ ۱۹)

ترجمہ:۔ جس دن مال اور اولاد نفع نہ دے گی مگر جو اللہ کے پاس سالم دل لے کر آیا)

یعنی جسکے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی سمائی نہ تھی محبت تھی تو فقط اللہ تعالیٰ کی اور خوف تھا۔ تو فقط اللہ تعالیٰ کا۔ یہ اصلاح حال ہے۔ حضور اس کا منبع ہیں۔ ایک دفعہ ننگے بدن چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ تو جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے۔ ایک صحابی نے یہ حالت دیکھی۔ تو عرض کیا۔ کہ اجازت ہو تو ایک بستر بنا دیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔

مالی وللدنیا ما انا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح و ترکھا۔ کیا مسافر درخت کے نیچے مکان بنائے گا۔ یہ دنیا سے سرد مہری ہے بظاہر شاہی شان ہے۔ فوج رکھی ہوئی ہے۔ بادشاہوں کی طرف سے وفود آتے ہیں۔ مگر حقیقت میں فقیری ہے۔ دنیا دار زبان قال سے کہتا ہے۔ کہ دیکھو ہمارا لباس۔ دیکھو ہماری کوٹھی۔ اللہ والوں کا رنگ یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی نے کھلایا تو کھا لیا۔ پہنا دیا تو پہن لیا۔ حضرت امروٹیؒ کے ہاں کسی نے ایک لنگی بھیجی۔ حضرتؒ نے سر پر باندھ لی۔ اگرچہ نیچے کالا پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نہیں کھاتا جب تک مجھے نہ کہا جائے کھاؤ۔ میرے پڑدادا پیرؒ ایک دفعہ کسی غلط فہمی کی بنا پر تین چار وقت بھوکے رہے۔ آپ سفر میں تھے۔ کھانا کھلانے والی مختلف ٹولیوں نے ایک دوسرے پر محمول کیا ایک نے سمجھا دوسرے نے کھلا دیا ہوگا دوسرے نے سمجھا ہوگا اس نے کھلا دیا ہوگا۔ دنیا دار تو گھر میں اودھم مچا دیتے ہیں یہ کیوں پکایا ہیں۔ نے تو یہ کھانا تھا۔ اور یہ نہیں کھانا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے مجھے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان نعمتوں کو قائم رکھے۔ کسی گناہ کے باعث چھننے نہ پائیں۔ اللہ تعالےٰ میری اور آپ کی اصلاح حال فرماویں۔ آمین یا الہ العلمین

بچوں کا صفحہ

سچائی

از عزیز امیر عالم ضیا نظام آباد

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو خدام الدین لاہور ۔ مورخہ ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قدر سچائی اور صادق کے اصول کی پابند رہی کہ کفار مکہ باوجودیکہ آپ کے پیغام ربانی کے خلاف تھے ۔ تاہم یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ آپ نے اپنی عمر میں کبھی جھوٹ بولا ۔ آپ کا خطاب ہی صادق و امین پڑ گیا تھا ۔

ابو جہل جو آپ کا سب سے بڑا مخالف تھا ۔ کہا کرتا تھا ۔ محمدؐ ! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا ۔ البتہ تم جو کچھ کہتے ہو اس کو میں نہیں مانتا ۔ قرآن مجید بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ کفار آپ کو جھٹلاتے نہیں تھے ۔ بلکہ وہ تو آیات کا انکار کرتے تھے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ٥

انعام :- 33

ترجمہ :- اے پیغمبر! ہم جانتے ہیں کہ ان کافروں کی باتیں تم کو غمگین کرتی ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تم کو جھٹلاتے نہیں ۔ البتہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ۔

جب آپ کو حکم ہوا کہ اپنے اہل خاندان کو اسلام کی دعوت دو اور آپ نے پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی ۔ سب جمع ہوئے ۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کہہ دوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے لشکر آ رہا ہے تو کیا تم کو یقین آ جائے گا ۔ سب نے کہا ہاں ! کیونکہ ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا ۔

عزیز دوستو ! خدا و رسول کے احکام کی طرف توجہ کرو ۔ پیغمبر خدا کی عادت کو مدِّ نظر رکھو ۔ نیک بنو ۔ راست گفتاری اختیار کرو اور جھوٹ نہ بولو ۔ دل کی ، زبان کی اور عمل کی سچائی اختیار کرو ۔

ع راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از راہ راست

نماز

از محمدؐ یونس سرور بجنوری

اچھے آداب سکھاتی ہے نماز ۔ آدمی کو نیک بناتی ہے نماز
سر کو سجدہ میں جھکاتی ہے نماز ۔ حق تعالےٰ سے ملاتی ہے نماز
بغض کینہ کو مٹاتی ہے نماز ۔ تازگی روح میں لاتی ہے نماز
روشنی کرتی ہے دل میں پیدا ۔ جلوہ قدرت کا دکھاتی ہے نماز
ساری دنیا کو بنایا جس نے ۔ اس کے گُن گانا سکھاتی ہے نماز
کام کرنے کے لئے روز کا روز ۔ خوب پابند بناتی ۔ ہے نماز
تجربہ کر لو ، ذرا پڑھ دیکھو ۔ دل کو ہر غم سے بچاتی ہے نماز
گندگی پاس نہیں آنے کی ۔ پاک باطن بھی بناتی ہے نماز

جس سے بنتی نہیں آپس میں سرور
دل سے وہ رنج مٹاتی ہے نماز

عشق رسولؐ

از ابو ظفر نازش رضوی ؔ

جو عاشق رسول علیہ السلام ہے
واللہ اُس پہ نار جہنم حرام ہے
معمور ہے جو قلب محمدؐ کے نور سے
وہ مہر نیم روز ہے ماہ تمام ہے
جس دل میں جلوہ گر ہے محبت حضورؐ کی
مثلِ حرم وہ قابلِ صد احترام ہے
ہے جس کے دل میں چاہ مدینے کے چاند کی
سو جاں سے اُس کا یوسف کنعاں غلام ہے

اک واقعہ سناتا ہوں عشقِ رسول کا
ہر جملہ جس کا درد بھرا لا کلام ہے
تھی ایک مومنہ "بنو دینار" کی کوئی
حق گو کے لب پہ تذکرہ جس کا مدام ہے
آ کر کسی نے اس کو اچانک یہ دی خبر
صدمہ بڑا ترے لئے یہ لا کلام ہے
جنگِ اُحد میں باپ تیرا ہو گیا شہید
خُلدِ بریں میں آج سے اُس کا قیام ہے
یہ ذکر تھا کہ آ کے کسی شخص نے کہا
اے مومنہ ! یہ صبر و رضا کا مقام ہے
بھائی بھی کام آ گیا تیرا جہاد میں
قاصد ابھی یہ جنگ سے لایا پیام ہے

اتنا ہی کہنے پایا تھا وہ مرد نیک خو
ناگہ کوئی پکارا یہ غم کا کلام ہے
شوہر بھی تیرا راہئ باغ جناں ہُوا
فہرست میں شہیدوں کے اس کا بھی نام ہے
جب یہ سنا تو تھام کے دل کو وہ مومنہ
بولی کہ یہ مشیت رب الانام ہے
شوہر ، پدر ، اخی کا ہُوا خاتمہ بخیر
ہاں مسکن اُن کا آج سے دارالسلام ہے
لیکن بتاؤ بہر خدا مجھ ملول کو
کس حال میں حبیب خدائے انام ہے

سب نے کہا کہ زندہ ہے محبوب کردگار
دامان عافیت میں وہ ماہ تمام ہے
جب یہ سُنا تو شکر کیا اور یوں کہا
سب کچھ مرا نثار شہ خاص و عام ہے
مجھ کو کسی کی مرگ کا واللہ غم نہیں
زندہ اگر رسول علیہ السلام ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/ج مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC/۲۷۴۰،۲۷۴۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ... ۱۰؍
ششماہی ... ۵؍
فی پرچہ ... ۴

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین ... سے شائع ہوا